اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ط عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

The ALFAZL QADIAN

تار کا پتہ الفضل قادیان

اخبار الفضل قادیان

ہفتہ میں دوبار

ایڈیٹر غلام نبی

فی پرچہ ۱ر

قیمت پیشگی سالانہ ... ششماہی ... سہ ماہی ...
ترسیل زر بنام مینیجر الفضل

نمبر ۹ مورخہ ۳۱ جولائی ۱۹۲۸ء یوم سہ شنبہ مطابق ۱۳ صفر ۱۳۴۷ھ

جلد ۱۶

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے درس قرآن میں شمولیت

کلام الٰہی کو سیکھنا اور اس کے علوم سے آگاہ ہونا ایک ایسی سعادت ہے جس کے حصول کے لئے مومن کو ہر ممکن کوشش سے دریغ نہیں کرنا چاہیئے ؎

پس احباب کو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے درس میں جو ۸ر اگست ۱۹۲۸ء سے انشاء اللہ العزیز شروع ہوگا۔ شامل ہونیکی پوری پوری کوشش کرنی چاہیئے اور نہ صرف خود بلکہ اپنے غیر احمدی اعزہ و اقارب اور دوست احباب کو بھی جن سے آپ کو ہمدردی ہے۔ شامل کرنا چاہیئے۔ تا وہ قرآنی حقائق و معارف سے آگاہ ہو کر مستفید ہو سکیں۔ اور اپنے وجود کو اسلام اور مسلمانوں کیلئے مفید بنا سکیں۔ نیز ان غیر مسلم احباب کو بھی جو صداقت اور راہ راست کے متلاشی ہوں۔ ساتھ لانے کی سعی کرنی چاہیئے۔

جیسا کہ اطلاع دی جا چکی ہے۔ درس سورۂ یونس سے شروع ہوگا۔ اور حضرت اقدس کوشش فرمائینگے۔ کہ ایک ماہ کے عرصہ میں دس پاروں کا درس مکمل ہو سکے ؎

مدینۃ المسیح

گذشتہ پرچہ میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے حرم ثالث سیدہ سارہ بیگم صاحبہ کے متعلق جو یہ لکھا گیا تھا کہ آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے ادیب کا امتحان دوسرے نمبر پر پاس کیا ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ آپ زنانہ امیدواروں میں اول نمبر پر اور کل یونیورسٹی میں چوتھے نمبر پر پاس ہوئی ہیں ؎

اخبار پریس میں جا چکا تھا۔ کہ پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے ڈلہوزی سے بذریعہ تار اطلاع دی۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز انشاء اللہ العزیز ۳ر اگست بعزم دارالامان ڈلہوزی سے روانہ ہو جائیں گے۔ اس لئے نزدیک کے مقامات کے احباب اس کے بعد اور دور کے احباب کم تک بعد کوئی خط ڈلہوزی کے پتہ پر ارسال نہ کریں ؎

مولوی محمد علی صاحب کی زور آزمائی

ایک تعلیم یافتہ نوجوان سے افسوسناک سلوک

مولوی محمد علی صاحب نے اپنے خطبہ جمعہ مندرجہ "پیغام صلح" ۸ رمئی میں یہ دعوے کیا تھا۔

"میں تو اس کا قائل ہوں۔ اور اسی کے نقش قدم پر چلنے کے لئے تیار ہوں۔ جس پر مسجد میں یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اے عمر تم نے کرتہ کہاں سے بنوایا۔ تمہیں بیت المال سے ایک چادر ملی تھی۔ جو کرتے کے لئے ناکافی تھی۔ جب تک تم اس کے متعلق ہمارا اطمینان نہ کرو گے۔ ہم تمہاری بات نہیں مانیں گے۔"

اس پر ہم نے مولوی صاحب کی پارٹی کے ایک معزز رکن ملک محمد امین صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی کا ایک واقعہ پیش کر کے دریافت کیا تھا۔ کہ جب مولوی صاحب کو حضرت عمرؓ کے نقش قدم پر چلنے کا اس قدر دعوے ہے۔ تو کیوں انھوں نے ملک صاحب کو اسی مسجد میں جس میں یہ دعوے کیا گیا تھا۔ تقریر کرنے سے جبراً روکا۔ اور ایسے افسوسناک طریق سے روکا۔ کہ ملک صاحب کو لکھنا پڑا:۔

"مجھ کو ایسے بزرگ نے روکنے کی کوشش کی۔ جو شریعت اور آداب مجلس سے خوب واقف ہیں۔ اور جن سے ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی مثالیں آئے دن سنتے رہتے ہیں۔"

جناب مولوی صاحب ہمارے دریافت کرنے پر بھی مہر بلب ہی رہے۔ اور "پیغام" نے بھی خاموش ہی رہنا مناسب سمجھا۔ البتہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے توجہ کی۔ مگر وہ بھی ادھر اُدھر کی چند بے سر و پا باتیں لکھ کر اور اپنے "مولانا" کی "وسیع القلبی" کے راگ گا کر چلتے بنے۔ راگ و رنگ سے انھیں فطرتی تعلق ہی سہی لیکن کہنا پڑتا ہے۔ انھوں نے بہت بے سُرا راگ گایا۔ اور بیچارے کرتے بھی کیا۔ جبکہ صحیح اور اصل واقعہ کو چھپا لینا اُن کے بس کی بات ہی نہ تھی۔

ڈاکٹر صاحب نے اس واقعہ کے متعلق جو کچھ لکھا۔ وہ یہ ہے "وہ (ملک محمد امین صاحب) ایک مذہبی مسئلہ کو زیر بحث لانا چاہتے تھے۔ جمعہ کے بعد مجلس منتظمہ کا اجلاس تھا۔ مولوی صاحب نے ملک صاحب کو یہی فرمایا۔ کہ ایک لمبی بحث ہے۔ اور بارہا جماعت میں یہ مسئلہ زیر بحث آ چکا ہے۔ اس کے لئے کوئی اور وقت مقرر کیجئے۔ اس وقت مجھے فرصت نہیں۔ میں مجلس میں جا رہا ہوں۔ اس کو ملک صاحب نے بُرا منایا۔ اور اس پر ایک رسالہ لکھ مارا۔ جس کے جواب میں بھی مولوی صاحب نے یہی فرمایا۔ کہ ملک صاحب کو غلط فہمی ہو گئی۔ میں نے روکا نہ تھا بلکہ اس مذہبی مسئلہ کو دوسرے کسی فرصت کے وقت زیر بحث لانے کو کہا تھا۔"

لاعلاج پھوڑے کو چیرہ

کس سادگی سے اس معاملہ کو نپٹانے۔ اور کتنی معمولی بات ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن سوال یہ ہے۔ اگر اتنی ہی بات تھی۔ تو "پیغام" جس کے سامنے یہ واقعہ ہوا تھا۔ وہ کیوں اس وقت تک خاموشی اختیار کئے رہا۔ اور کیوں "جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم" کے سوائے حاضر الوقت لوگوں میں سے کوئی ایک بھی کچھ لکھنے کی جرأت نہ کر سکا۔ اس واقعہ کو بیان کرنے کے لئے "پیغام" کو کسی "اسسٹنٹ سرجن" کی خدمات حاصل کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ اور اگر ضرورت تھی بھی۔ تو پیغام بلڈنگس میں ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب اور ڈاکٹر محمد حسین صاحب موجود تھے۔ پھر "اسسٹنٹ سرجن جہلم" کے سوا کیوں ان میں سے کوئی اس پھوڑے کو چیرہ نہ دے سکا۔ اسی لئے کہ وہ اسے لاعلاج سمجھتے تھے۔ مگر ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کو مولوی محمد علی صاحب سے جو تعلق ہے۔ اس سے مجبور ہو کر انھوں نے اس میں ہاتھ ڈال دیا۔ ورنہ وُہ بھی تیار نہ ہوتے۔

"امیر ایدہ اللہ" کی قدر

ڈاکٹر صاحب کا بیان ہے۔ کہ ملک محمد امین صاحب "ایک مذہبی مسئلہ کو زیر بحث لانا چاہتے تھے۔" مگر مولوی صاحب نے نہائت محبت اور پیار سے اُنھیں صرف یہ کہا۔ "کوئی اور وقت مقرر کیجئے۔ اس وقت مجھے فرصت نہیں۔ میں مجلس میں جا رہا ہوں۔" اتنی سی بات پر ملک صاحب نے بُرا منایا۔ اور "ایک رسالہ لکھ مارا۔"

ڈاکٹر صاحب نے تو یہ گھڑنت مولوی محمد علی صاحب کی "وسیع القلبی" ثابت کرنے کے لئے گھڑی ہے۔ لیکن اس سے ظاہر یہ ہوتا ہے۔ کہ ملک محمد امین صاحب ایسے تعلیم یافتہ اصحاب کے نزدیک اپنے "امیر ایدہ اللہ" کی قدر پھوٹی کوڑی جتنی بھی نہیں ہے۔ بھلا یہ بھی کوئی بات تھی۔ جس پر ملک صاحب نے اتنا بُرا منایا کہ "ایک رسالہ لکھ مارا۔" اور مذہبی مسئلہ جس کا نام لینے کی جرأت ڈاکٹر صاحب کو بھی نہیں ہوئی۔ غالباً کوئی ایسا مسئلہ نہ ہوگا۔ جس "پر بحث" کرنا اسی وقت ضروری تھا۔ اور جس کے لئے کوئی اور وقت مقرر ہی نہ کیا جا سکتا۔ پھر ملک صاحب نے اپنے امیر کے اس نہائت معمولی سے ارشاد کو کیوں منظور نہ کیا۔ اور کیوں انکے اس عذر کو قابل قبول نہ سمجھا۔ کہ "اس وقت مجھے فرصت نہیں۔" اس کی وجہ سوائے اس کے اور کیا ہو سکتی ہے کہ "امیر ایدہ اللہ" کی کچھ بھی وقعت نہیں سمجھی جاتی۔

ملک محمد امین صاحب کے اخلاق پر حملہ

پھر ڈاکٹر صاحب کے بیان کو درست تسلیم کرنے سے جہاں "لاہوریوں" میں مولوی محمد علی صاحب کی بے وقعتی کا پورا پورا ثبوت ملتا ہے۔ وہاں ملک محمد امین صاحب کے اخلاق پر بھی صاف حملہ نظر آتا ہے۔ گویا ڈاکٹر صاحب کے نزدیک ملک صاحب اتنے چھچھورے ہیں۔ کہ ایسے موقعہ پر بھی جبکہ "حضرت امیر ایدہ اللہ" خاص طور پر ان کے لئے اپنی "وسیع القلبی" کی نمائش کر رہے تھے اور ڈاکٹر بشارت احمد صاحب "آفرین ہے مولانا کی اس وسیع القلبی پر" کہہ کر ان کا دل بڑھا رہے تھے۔ انھوں نے "مولانا" کی نہایت محبت اور پیار کی باتوں پر بُرا منایا۔ اور وہ بھی معمولی طور پر نہیں بلکہ اظہار ناراضگی کے لئے ایک رسالہ لکھ مارا۔ اس پر بھی مولوی صاحب نے صرف "یہی فرمایا" "کہ صرف ملک صاحب کو غلط فہمی ہو گئی۔ میں نے روکا نہ تھا۔ بلکہ اس مذہبی مسئلہ کو دوسرے کسی فرصت کے وقت زیر بحث لانے کو کہا تھا۔" ایک ایم۔ اے اور ایل۔ ایل۔ بی کے متعلق یہ کہنا کہ وہ روکنے اور دوسرے وقت زیر بحث لانے کے لئے کہنے میں فرق نہ کر سکا۔ اور اسے غلط فہمی ہو گئی۔ اس کی سمجھ اور عقل پر اتنا بڑا حملہ اور اس کی قابلیت اور علمیت کی اتنی بڑی ہتک ہے۔ کہ غیرتمند انسان لسے قطعاً برداشت نہیں کر سکتا۔ لیکن ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کو اس سے کیا غرض کہ ایک گریجوایٹ اور وکالت کی اعلےٰ ڈگری یافتہ کے علم و عقل پر حرف آئے۔ وہ اخلاق سے گرا ہوا ثابت ہو۔ اُنھیں تو اپنے "حضرت مولانا" کی "وسیع القلبی" کا ثبوت دینا ہے۔

ڈاکٹر صاحب تو اس بات کے لئے سارا زور لگا چکے۔ ملک محمد امین صاحب ایم۔ اے کے علم و اخلاق کو بھی نہایت بدنما شکل میں پیش کر چکے۔ اور اپنے خیال میں انھوں نے ملک محمد امین صاحب سے انکے "رسالہ لکھ مارنے" کا پورا بدلا لے لیا لیکن انصاف کا یہ تقاضا ہے۔ کہ اس معاملہ کے متعلق ملک صاحب کا بیان بھی سُن لیا جائے۔ اور دیکھ لیا جائے۔ انھوں نے رسالہ میں کیا لکھا۔ جسے ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے "لکھ مارا" کہا۔ اور ڈاکٹر صاحب کے بیان کی اس سے کہاں تک تصدیق ہوتی ہے۔

ملک صاحب کا بیان

ملک صاحب اپنے رسالہ میں اپنے عزیزوں اور دوستوں کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں۔

"مجھے افسوس ہے۔ کہ پچھلے جمعہ میں آپ لوگوں تک وہ باتیں واضح طور پر نہ پہونچا سکا۔ جو میں آپ صاحبان کے لئے نہایت ہی ضروری سمجھتا تھا۔ کوشش کی گئی۔ کہ مجھ کو جسمانی زور سے تقریر کرنے سے روک دیا جائے۔"

"جسمانی زور" سے روکنے کی تشریح کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں۔ "اسی طرح سے مولینا محمد علی صاحب نے مجھے روکنے کی کوشش کی۔ جس طرح موچی دروازہ کے باغ میں ہمارے مولانا کو موچی دروازہ کے لوگوں نے شور مچا کر لیکچر دینے سے روک دیا۔" موچی دروازہ کے لوگوں سے مولانا کی تشبیہ اپنے اندر بہت وسیع مطالب رکھتی ہے۔ اور اس سے حقیقی لطف وہی لوگ حاصل کر سکتے ہیں۔ جو موچی دروازہ کے ایسے لوگوں کی حرکات سے واقف ہیں۔

غلط فہمی کا عذر نامعقول

اب ڈاکٹر صاحب کی بات کو درست تسلیم کیا جائے۔ جو یہ کہتے ہیں۔ "مولوی صاحب نے ملک صاحب کو یہی فرمایا۔ کہ یہ ایک لمبی بحث ہے۔ اور بارہا جماعت میں یہ مسئلہ زیر بحث آ چکا ہے۔ اس کے لئے کوئی اور وقت مقرر کیجئے۔" یا ملک صاحب کا بیان صحیح سمجھا جائے۔ جو مولوی صاحب کے جسمانی زور کا نشانہ بن چکے ہیں۔ بہر حال اُسی کی بات کو ترجیح دینا پڑے گی جو مبتلائے مصیبت ہوا۔ اور وہی ہمدردی کا مستحق ہے جس کے سر پر زور آزمائی کی بلا نازل ہوئی۔ پس ڈاکٹر صاحب نے مولوی محمد علی صاحب کا جو یہ بیان پیش کیا ہے۔ کہ "ملک صاحب کو غلط فہمی ہو گئی۔ میں نے روکا نہ تھا۔" کسی صورت میں بھی قابل تسلیم نہیں ہے۔ محبت سے بات کرنے اور جسمانی زور استعمال کرنے پر تو ایک دودھ پیتے بچہ کو بھی غلط فہمی نہیں ہو سکتی۔ کجا یہ کہ ایک ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی کو اس میں غلط فہمی ہو جائے۔ اور وہ مولوی صاحب کے پیار اور محبت کی گفتگو کو جسمانی زور کا مترادف سمجھ کر ان کے خلاف شکایت کرنے لگ جائے۔ ڈاکٹر صاحب کو حق ہے۔ اپنے امیر ایدہ اللہ کی "وسیع القلبی" کا جس طرح چاہیں۔ ثبوت دیں لیکن خدا را کچھ تو معقولیت سے کام لیں۔ اور ایسی باتیں تو نہ بنائیں جو عقل و فکر سے قطعاً دور ہوں۔

مولوی محمد علی صاحب نے جبر سے کام لیا

اگر مولوی محمد علی صاحب نے ملک صاحب کو تقریر کرنے سے روکا نہ تھا۔ تو پھر ملک صاحب نے یہ کیوں لکھا۔

"مجھ کو ایسے بزرگ نے روکنے کی کوشش کی۔ جو شریعت اور آداب مجلس سے خوب واقف ہیں۔ اور جن سے ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی مثالیں آئے دن سنتے رہتے ہیں جب میں نے سامعین سے اجازت لے لی تھی۔ اور سب کے سب لوگ مجھ کو سننے کو تیار تھے۔ تو کیا یہ بہتر نہ ہوتا۔ کہ مجھ کو سن لیا جاتا۔ اور اختلاف پر میری تردید کر دی جاتی۔ یا قبل اس کے کہ میں شروع ہی کرتا۔ مجھ سے مشورہ کر لیتے۔ کہ بات کو ملتوی کر دیا جائے۔ لیکن تقریر کے دوران میں مجھ کو جبراً خاموش کرنے کی کوشش کی گئی۔ جو کسی طرح سے بھی جائز نہ تھا۔"

ان سطور نے ڈاکٹر صاحب کے بیان کو بالکل ہی نقش بر آب ثابت کر دیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ مولوی صاحب نے اس بات کو نہ تو ملتوی کرنے کے لئے کہا۔ نہ یہ فرمایا۔ "اس کے لئے کوئی اور وقت مقرر کر لیجئے۔" نہ یہ فرمایا۔ "اس وقت مجھے فرصت نہیں"۔ بلکہ جب ملک صاحب نے ان کی موجودگی میں "سامعین" سے اجازت لے کر تقریر شروع کر دی۔ تو مولوی صاحب نے "تقریر کے دوران" میں ان کو روکا۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے۔ کہ تقریر سے ناراض ہو کر روکا۔ پھر معمولی طور پر نہیں روکا۔ بلکہ "جبراً خاموش" کرنے کی کوشش کی۔ حالانکہ سب لوگ ملک صاحب کی تقریر سننے کے لئے تیار تھے۔

وسیع القلبی کا ڈھول

یہ ہے وہ "وسیع القلبی" جس کا ڈھول ڈاکٹر بشارت احمد صاحب بڑے زور سے پیٹ رہے ہیں۔ اور یہ ہے۔ وہ "خیالات کی آزادی" جو مولوی محمد علی صاحب کے صدقے غیر مبائعین کو حاصل ہے۔

عصمت بی بی از بے چادری

باوجود اس کے ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:۔

"ابھی یہ معاملہ قادیانی جماعت میں ہوتا۔ تو معترض جماعت سے خارج اور بائیکاٹ کر دیا جاتا۔ لوگوں کو بات چیت کرنے سے بھی روک دیا جاتا۔ اور عجب نہیں۔ کہ بعض من چلے طرح طرح سے اس کی دلآزاری اور نقصان رسانی کے لئے تجاویز سوچا کرتے لیکن یہاں کسی کو خیال بھی نہیں ہوا۔ بات رفع دفع ہو گئی۔"

اگر کسی کو اس کی شرارتوں کی وجہ سے جماعت سے خارج کرنا قابل اعتراض فعل ہے۔ تو اس کی زد اس برگزیدہ خدا پر بھی پڑے گی جسے اپنا پیشوا ماننے کا غیر مبائعین کو ابھی تک دعوےٰ ہے۔ باقی رہا یہ کہ مولوی محمد علی صاحب نے ملک صاحب کو جماعت سے خارج نہ کیا۔ اس کی وقعت ان لوگوں کی نگاہ میں ایک ذرہ بھر بھی نہیں ہو سکتی۔ جو مولوی صاحب کی اصل حقیقت اور پوزیشن سے واقف ہیں مولوی صاحب کی حیثیت خود ان کو امیر بنانے والوں کے نزدیک ایک انجمن کے پریذیڈنٹ سے زیادہ نہیں ہے۔ اور انجمن کے پریذیڈنٹ کو حق ہی کیا ہے۔ کہ کسی کو انجمن سے خارج کرے۔ پس اگر وہ اس قسم کی باتوں پر لہو کا گھونٹ پی کر رہ جاتے ہیں۔ تو اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ وہ بڑے وسیع القلب ہیں۔ اور انہوں نے اپنے ساتھیوں کو "خیالات کی آزادی" دے رکھی ہے۔ بلکہ محض "عصمت بی بی از بے چادری" والا معاملہ ہے۔ جس بات کا انہیں اختیار ہی نہیں۔ اور جو ان کی مقدرت میں ہی نہیں۔ اس کے نہ کرنے میں ان کی بہادری ہی کیا ہے۔ کسی کو علیحدہ کرنا انجمن نے اپنے اختیار میں رکھا ہوا ہے اور وہ آئے دن اس اختیار کو بڑی فیاضی سے استعمال کرتی رہتی ہے۔ ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا۔ "پیغام" میں مولوی محمد احسن صاحب امروہی کے بیٹے سید محمد یعقوب صاحب کے متعلق علیحدگی کا اعلان شائع ہو چکا ہے۔ یہ وہی سید صاحب ہیں۔ جن کے پاؤں کے نیچے مولوی محمد احسن صاحب کی زندگی میں یہ لوگ آنکھیں بچھایا کرتے تھے ان کی ہر خواہش کو پورا کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ لیکن مولوی صاحب کی آنکھیں بند ہو جانے پر اس قدر سرد مہری اور قساوت قلبی پر اتر آئے ہیں۔ کہ نہ صرف ان کو اپنی ملازمت سے علیحدہ کر دیا۔ بلکہ اخبار میں بھی اعلان کر دیا۔ کہ کوئی ان سے لین دین نہ کرے۔ پھر مسٹر فضل کریم صاحب کے ساتھ جو افسوسناک سلوک کیا گیا ہے۔ وہ تو ابھی کل کی بات ہے۔

رہی یہ بات کہ "یہ معاملہ قادیانی جماعت میں ہوتا"۔ تو "عجب نہیں۔ کہ من چلے طرح طرح سے اس کی دلآزاری اور نقصان رسانی کے لئے تجاویز سوچا کرتے ہیں"۔

بعض من چلے ایسی تجاویز سوچا کرتے یا نہ سوچا کرتے۔ مگر ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے "امیر ایدہ اللہ" نے تو بذات خود دلآزاری اور نقصان رسانی کے لئے تجاویز سوچ کر ان پر عمل بھی کر کے دکھا دیا۔ اور ملک محمد امین صاحب پر "جسمانی زور" اور "جبر" استعمال کر کے بتا دیا۔ کہ جن کے امیر حق بات کہنے والے سے ایسا جابرانہ سلوک روا رکھیں۔ ان کے حاشیہ نشین اور خاصکر وہ جو ان سے رشتہ داری کا فخر بھی رکھتے ہوں۔ کیوں شرفا کی پگڑیاں نہ اچھالیں۔ ان میں ایسے من چلوں کا ہونا یقینی ہے۔ جو دوسروں کی دلآزاری اور نقصان رسانی میں لگے رہتے ہیں۔ اور جن کی رہنمائی جناب مولوی محمد علی صاحب کرتے ہیں۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت عمرؓ کے نقش قدم پر چلنے کا جو دعوےٰ وہ کرتے ہیں۔ اس کی حقیقت عیاں ہو جاتی ہے۔

"الفضل کا خاتم النبیین نمبر"

ایک غیر احمدی کی رائے

جناب محمد بخش صاحب حنفی چشتی چک نمبر ۳۶۔ شمالی (سرگودھا) تحریر فرماتے ہیں:۔

"الفضل کا "خاتم النبیین نمبر" بہزار شکریہ قبول ہوا۔ حضرت نبی صلعم مبارک کے شان مبارک میں احمدی فضلاء کے مضامین خاصکر طبقہ انساء ان کے بیش بہا، دُرر قابل لاکھ لاکھ تحسین کے ہیں۔ کہ مذہب جماعت احمدیہ جملہ فرقہ اسلامیہ میں ترقی اور اشاعت اسلام میں پہلی قطار میں ہے۔ کمال تو یہ ہے۔ کہ ایسا عمدہ قیمتی نمبر ہر کا پرانے خریداروں کو کسطرح مفت دیکر ایسے عظیم خرچ کا الفضل اور جماعت نے بار عظیم اٹھایا۔ جزاکم اللہ"

جو دوست اس نادر مجموعہ کے دیکھنے کے خواہشمند ہوں۔ انہیں اپنی درخواستیں جلد از جلد ارسال کرنی چاہئیں۔ تا انہیں مایوس نہ ہو۔

ہندوستان کی خبریں

کلکتہ ۲۴۔ جولائی۔ آل انڈیا مسلم لیگ نے سائمن کمیشن کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے جو یادداشت مرتب کی ہے۔ اس میں حسب ذیل مسائل کو اہمیت دی گئی ہے

۱۔ حق رائے دہندگی کی توسیع۔

۲۔ ان صوبجات میں جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں۔ نیابت کے سلسلہ میں مسلمانوں کی شکایات کا ازالہ۔

۳۔ تعلیمی معاملات میں اقوام کے مفاد کا تحفظ +

راولپنڈی ۲۳۔ جولائی۔ کئی روز سے تحصیل راولپنڈی کے کھلے میدان میں ان غریب و بیکس لوگوں کا مال و اسباب نیلام کیا جا رہا ہے۔ جو اپنی غریبی اور مفلسی کی وجہ سے تعزیری پولیس ٹیکس ادا نہیں کر سکے۔ تحصیل کے پیادوں نے ان کے لحاف چارپائیاں اور دیگر اشیا ر قرق کر کے نیلامی کے احکام حاصل کر لئے ہیں۔ اور اس طریقہ پر ٹیکس وصول کیا جا رہا ہے +

کلکتہ ۲۴۔ جولائی۔ انگلشمین کو معلوم ہوا ہے۔ کہ بیلور کے حادثہ ریل کے سلسلہ میں ایک مستری اور دیگر دو ملازمین ایسٹ انڈین ریلوے ورکشاپ للوہ کو گرفتار کیا گیا ہے +

امرتسر ۲۴ جولائی۔ ایک نوجوان مسلمان کی نعش مال روڈ پر ایک بنگلے کے پیچھے پائی گئی ہے۔ یہ نوجوان ایم۔ اے کے امتحان میں تین دفعہ فیل ہوا تھا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اس جوان کی موت خودکشی سے واقعہ ہوئی ہے +

نئی دہلی ۱۲ جولائی۔ چند دن ہوئے۔ نواب بھوپال پولو کھیل رہے تھے۔ تو آپ کو سخت حادثہ پیش آیا۔ اور آپ کی ایک ٹانگ ازحد شکستہ ہو گئی۔ ڈاکٹر انصاری کو تار دیا گیا ڈاکٹر صاحب تار کے آنے پر بھوپال بروانہ ہو گئے +

دہلی ۲۳۔ جولائی۔ خواجہ حسن نظامی صاحب کے خسر کے قتل کے سلسلہ میں ملزم ظہیر کے خلاف جو مقدمہ چل رہا تھا۔ اس میں اسیسر صاحبان نے اپنا فیصلہ سنا دیا ہے۔ انھوں نے ملزم کو بے قصور ظاہر کیا ہے۔ اور ان کا بیان ہے۔ کہ یہ کسی مذہبی دیوانے کا کام تھا۔ جو پستول چلانے کے بعد بھاگ گیا +

بمبئی ۲۵۔ جولائی۔ باردولی کے جھگڑے کو نپٹانے کے لئے رام چندر۔ مادھو رام بھٹ نے جو باردولی کے رہنے والے ہیں۔ گورنر بمبئی کو تار بھیجا ہے۔ کہ میں اضافہ شدہ مالیہ جو سرکار باردولی کے کسانوں سے لینا چاہتی ہے جمع کرانے کے لئے تیار ہوں۔ بشرطیکہ گورنمنٹ آزادانہ تحقیقات کرے اس سے آپ کی یہ شرط پوری ہو جائیگی۔ کہ تحقیقات کے شروع کئے جانے سے پہلے مالیہ ادا کیا جائے +

مدراس ۲۵۔ جولائی۔ ترچناپلی کا ایک پیغام مظہر ہے کہ ڈاکٹر کرشنا پلائی پریزیڈنٹ جنوبی ہند ریلوے سنٹرل لیبر یونین کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ دیگر لیڈر بھی گرفتار کر لئے جائیں گے ہڑتال کا زور کم ہو رہا ہے۔ ضلع چنگل پٹ میں دو ماہ کے لئے دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی گئی ہے +

مدراس ۲۴۔ جولائی۔ ریلوے یونین جنوبی ہند کی طرف سے تار ہے۔ کہ آج امن و امان ہے۔ اور ٹرینوں کی آمد و رفت میں کوئی مداخلت نہیں کی گئی۔ تو تیکورن میں چند دن ہوئے جو فسادات ہوئے۔ ان سے ظاہر ہے۔ کہ نقصان ایک لاکھ روپیہ سے زیادہ کا ہوا ہے۔

ہندوستان کے محکمہ پوسٹ اور ٹیلیگراف کی رپورٹ بابت سنہ ۲۷-۱۹۲۶ء جو شائع ہوئی ہے۔ جس میں بتلایا گیا ہے کہ سال زیر رپورٹ میں مختلف ڈاکخانوں میں ایک لاکھ ۱۲ ہزار ۳ سو ۵ روپے کے منی آرڈروں اور وی۔ پی پارسلوں کا غبن کیا گیا۔ سب سے زیادہ غبن یو۔ پی میں ہوئے۔ اور سب سے کم سندھ اور بلوچستان میں +

پشاور ۲۵۔ جولائی۔ کابل کے اخبار "امان افغان" سے معلوم ہوا ہے۔ کہ شاہ امان اللہ خان نے ایک سرکاری مجمع میں اعلان کیا۔ کہ قوم کے نمائندوں کا ایک جرگہ مستقبل قریب میں منعقد کیا جائے گا۔ اس میں سرکاری ملازم شریک ہونگے اور اگر کوئی ملازم سرکار بطور نمائندہ منتخب کیا جائیگا۔ تو جرگہ میں شریک ہونے سے پہلے اس کو ملازمت سے استعفےٰ دینا پڑیگا آپ نے فرمایا۔ کہ تعداد ازدواج بھی منجملہ اسباب تباہی ہے۔ اور آئندہ جو ملازم سرکاری دوسری شادی کریگا۔ اس کو استعفا داخل کرنا پڑیگا۔ عوام ان کے متعلق جو پہلے ہی دو بیویاں رکھتے ہیں۔ جرگہ کے بعد ایک اعلان کیا جائیگا +

الہ آباد۔ ۲۶ جولائی۔ یو۔ پی کونسل کے مسلم ارکان اور دیگر ممتاز اور سرکردہ اصحاب نے سائمن کمیشن کے روبرو پیش کرنے کے لئے جو یادداشت مرتب کی ہے۔ آج سائمن کمیشن کے دفتر واقعہ دہلی کو ارسال کر دی ہے۔ یادداشت فلسکیپ سائز کے ۵۲۵ صفحات پر مشتمل ہے +

مدراس ۲۶ جولائی۔ ایس۔ آئی ریلوے پر ہڑتالی ابھی تک تشدد سے کام لے رہے ہیں۔ کمبا کونم میں ایک پسنجر ٹرین پر پتھر برسائے گئے جس سے گارڈ سخت زخمی ہوا۔ ایک دسے انسپکٹر کو مار دئے جانے کی دھمکی دی گئی قلیوں کے ایک گروہ کا اغوا کر لیا گیا ہے۔ ان کا سراغ ہی نہیں ملتا +

ممالک غیر کی خبریں

"منچسٹر گارڈین" کا نامہ نگار مقیم آستانہ رقمطراز ہے۔ کہ ٹرکی کے اندرونی علاقوں میں زراعت کے جدید اور علمی طریقے سرعت سے رائج ہوتے جا رہے ہیں۔ ان دیہات میں جدید قسم کا ہل اور دیگر آلات کشاورزی مفت تقسیم کئے گئے ہیں۔ اور کھیتوں میں خودکام کرنے والے آلات استعمال کئے جائیں گے +

لزبن ۲۴۔ جولائی۔ فوجوں نے غدر کر دیا۔ اور اسے عالمگیر صورت دینے کی کوشش کی۔ لیکن گورنمنٹ نے فوجیوں کے بیرکوں پر قبضہ کر لیا۔ توپ خانہ کی مدد سے باغیوں پر گولیاں برسائی گئیں۔ بہت سے آدمی ہلاک و زخمی ہوئے۔ چند افسر بھی مارے گئے ہیں +

کانسٹنٹس سکیچیون (امریکہ) کی ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ یہاں اس قدر اولے برسے ہیں۔ کہ جس سے بیشمار جانور مر گئے ہیں۔ اولے گیند کے برابر تھے۔ اور اس زور سے برسے۔ کہ کھیتوں میں چرنے والے مویشی وہیں مر گئے۔ ایک ہزار بھیڑیں مر گئیں۔ اس کے علاوہ اور بہت سے مویشی مرے ہیں

لنڈن ۲۴۔ جولائی۔ بارش کے نہ ہونے کی وجہ سے لنڈن میں پانی کی قلت محسوس کی جا رہی ہے۔ شہر میں گرمی بہت پڑتی ہے +

قاہرہ ۲۴۔ جولائی۔ کل یہاں ۵۰۔ آدمی گرفتار کئے گئے۔ مصری سپاہیوں نے طنطہ ریلوے اسٹیشن پر قبضہ کر لیا۔ اور اس طرح نحاس پاشا کے ورود کو شہرت نہ دینے دی +

لنڈن ۲۳۔ جولائی۔ سر آسٹن چمبرلین نے دارالعوام میں تین سوالوں کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ کہ مجھے کچھ کہنا ہی نہیں ہے۔ مصری پارلیمنٹ اور دستور جانے یا قوم مصری جانے۔ الغرض حکومت برطانیہ کا طرز عمل وہی ہے جو پہلے تھا۔ اس میں کوئی تغیر واقعہ نہیں ہوا +

لنڈن ۲۰۔ جولائی۔ دارالعوام میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے ارل ونٹرٹن نے کہا۔ کہ نابھہ کے سابق مہاراجہ کی نظربندی ایک انسدادی تدبیر ہے اس لئے کوئی خاص مدت مقرر نہیں کی گئی۔ مسٹر تھرٹل نے کہا۔ کہ اگر مہاراجہ اپنی ٹیک چھوڑ دیں یا اس قسم کے کسی معاہدہ پر رضامند ہو جائیں۔ تو کیا ان صورت حالات کا خاتمہ ہوگا۔ یا نہیں۔ ارل ونٹرٹن نے کہا۔ کہ اس معاہدہ کو مہاراجہ نابھہ کے لئے چھوڑ دینا چاہیئے +

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں باہتمام کرما لکان کے لئے قادیان دارالامان سے شائع کیا۔

ڈائری حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ

ڈلہوزی ۲۲ جولائی ۱۹۲۸ء

افواج علاقہ جالندھر چھاؤنی کے کمان افسر صاحب برگیڈیر جنرل ٹوس صاحب حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کی ملاقات کے واسطے تشریف لائے۔ دوپہر کا کھانا یہیں کھایا۔ اور دو گھنٹہ تک مختلف مضامین پر حضرت صاحب سے گفتگو کرتے رہے۔ اور سلسلہ کے حالات اور حضور کے سفر شام۔ مصر اور یورپ کے حالات سنتے رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح کے وسیع معلومات اور صائب رائے کا اثر جرنیل صاحب کے چہرہ سے اثنائے گفتگو میں نمایاں ہو رہا تھا۔ فرماتے تھے۔ کہ ہم نے انبالہ میں احمدیوں کی سنی کمپنی دیکھی تھی۔ اس کا کام بہت اچھا تھا۔ اور بڑے جرنیل صاحب بھی احمدی نوجوانوں کے کام سے خوش ہوئے تھے جرنیل صاحب کو سلسلہ کے حالات سے دلچسپی ہے۔ بہت سے ممالک میں پھر چکے ہیں۔ ڈلہوزی کی افواج بھی ان کے ماتحت ہیں اس واسطے آج کل اسی جگہ مقیم ہیں۔

۵ بجے شام جناب شیخ اصغر علی صاحب کمشنر ملتان تشریف لائے۔ دیر تک حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ سے اسلامی ممالک کے حالات اور بعض دوسرے امور کے متعلق گفتگو فرماتے رہے۔

ڈلہوزی ۲۳ جولائی ۱۹۲۸ء

پردہ پارٹی موسم گرما میں پہاڑی سرد مقام تعلقات وسیع کرنے کی ایک بہترین جگہ ہوتی ہے کیونکہ جبکہ کچھ لوگ پہاڑوں پر کام کے لئے آتے ہیں۔ بہت سے لوگ صرف سیر و تفریح کے لئے بھی آتے ہیں۔ اور اس لئے ملنے جلنے کیلئے زیادہ گہری واقفیت کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ اور ایک دوسرے کی دعوت قبول کرنے میں عموماً عذر نہیں کیا جاتا۔ اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے حرم نے مختلف اقوام و مذاہب کی خواتین کو ۲۳ جولائی ساڑھے چار بجے چاء کی دعوت دی۔ جس میں باوجود موسم کے صاف نہ ہونے کے ۳۰ کے قریب اعلیٰ طبقہ کی معزز مستورات شریک ہوئیں۔ ہندو مسلمان اور سکھ خواتین کے علاوہ یورپین لیڈیز بھی تشریف لائیں۔ مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبایعین کے خاندان کی خواتین کو بھی دعوت دی گئی تھی۔ مگر انہوں نے جواب دیا۔ کہ ہم نہیں آ سکتیں۔

ڈلہوزی ۲۴ جولائی ۱۹۲۸ء

مسٹر کارنیلیس اسسٹنٹ کمشنر گورداسپور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ جن کی چاء سے تواضع کی گئی۔

ڈلہوزی ۲۵ جولائی ۱۹۲۸ء

کئی دن کی مسلسل دماغی محنت کی وجہ سے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی طبیعت پر بہت اثر پڑ رہا تھا اور کام کی کثرت کی وجہ سے حضور معمولی سیر کے لئے بھی تشریف نہ لے جا سکتے تھے۔ کہ ۲۵ جولائی کا لاٹوپ پیدل سیر کے لئے تشریف لے گئے۔ اور پیدل ہی واپس آئے۔ حضور نے وہاں ہی ڈاک کے خطوط وغیرہ ملاحظہ فرمائے۔

خواتین کی ترقی تعلیم کیلئے قابل مبارکباد مثال

حرم ثالث حضرت خلیفۃ المسیح کی کامیابی

الفضل کے گذشتہ پرچہ میں اطلاع دی جا چکی ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کے حرم ثالث سیدہ سارہ بیگم صاحبہ نے پنجاب یونیورسٹی سے ادیب کا امتحان پاس کیا ہے۔ اور آپ اس درجہ میں اعلیٰ نمبروں پر کامیاب ہوئی ہیں۔ اس کامیابی پر ہم تہ دل سے مبارکباد عرض کرتے ہیں۔ اور امید کرتے ہیں۔ کہ احمدی خواتین کے لئے تعلیم میں ترقی کرنے کی یہ ایسی مثال ہے۔ جس کی وجہ سے انشاء اللہ ان کے حوصلے بہت بڑھ جائیں گے۔

اس کامیابی میں سیدہ موصوفہ کی محنت اور کوشش کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی اس دلچسپی کا بھی بہت بڑا دخل ہے۔ جو حضور کو خواتین کی تعلیم سے ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ حضور نے خواتین کی تعلیم کے متعلق جو انتظام کر رکھا ہے۔ اور جس میں اور زیادہ اضافہ کرنے کی تجاویز حضور کے زیر نظر ہیں۔ اسے اس کامیابی سے بہت تقویت حاصل ہو گی۔ احمدی خواتین کو چاہیئے۔ کہ وہ اس سے فائدہ اٹھائیں اور تعلیم میں ترقی کرنے کی کوشش کریں۔ اس کے ساتھ ہی ہم یہ بھی گذارش کریں گے۔ کہ ایسی خواتین جن کے لئے کسی باقاعدہ درس گاہ میں داخل ہو کر تعلیم حاصل کرنے کا موقعہ نہ ہو۔ انہیں ان کے والد۔ یا بھائی یا خاوند پڑھائیں۔ اور ان کی تعلیم میں اضافہ کریں۔ تاکہ وہ ہماری آئندہ نسلوں کی عمدہ طور پر تربیت کر سکیں۔

اخبار احمدیہ

امپیریل الیکٹرک سٹورز میاں مظفر الدین صاحب خلف میاں تاج الدین صاحب مرحوم پشاور نے چھاؤنی پشاور میں امپیریل الیکٹرک سٹورز کے نام سے ایک فرم جاری کی ہے۔ جس کے ذریعہ انگریزی جرمنی اور جاپانی مال بکفایت بہم پہنچائیں گے۔ سرحدی احباب جن کو ایسی چیزوں کی ضرورت ہو وہ میاں صاحب موصوف سے مال منگوائیں۔ انشاء اللہ دوسری فرموں سے سستا ملیگا۔

اعلان ایک شخص نو مسلم سابق نام ندھان سنگھ حال خیر الدین باشندہ ضلع فیروز پور تحصیل ؟ ضلع کا موضع کمہار کا بتلاتا تھا۔ عمر تقریباً ۲۰ سال رنگ زرد۔ دانتوں میں دو کیل سونے کے لگے ہوئے تھے۔ میرا سائیکل مستعمل جس کے دونوں مڈگارڈ نہ تھے اور نال پھٹی ہوئی تھی۔ لیگیا ہوا ہے۔ اگر کسی صاحب کو ملے تو ان سے میرا سائیکل لے کر بھجوا دیں۔ ہرگر نتھی شیر سنگھ (واحد حسین) قادیان

درخواست دعا میرا لڑکا ضیاء الدین بہت دنوں سے بیمار ہے۔ تمام دوست درد دل سے اس کی صحت کیلئے دعا فرمائیں

خادم روشن الدین زرگر

دعائے مغفرت خاکسار کا چھوٹا بھائی عزیز سعید علی خاں ۱۲ جولائی ۱۹۲۸ء کو دار فانی سے رحلت کر گیا ہے۔ مرحوم نہایت مخلص احمدی تھا۔ احباب سے درخواست ہے۔ کہ مرحوم کیلئے دعا مغفرت فرمائیں۔ فضل احمد پٹواری گورداس ننگل

۲۔ میری اہلیہ مسماۃ مبارکہ بیگم بنت مرزا امام الدین صاحب احمدی سکنہ گجرات ۷ جون ۱۹۲۸ء بوقت ۶ بجے شام ایک لڑکی پیدا ہونے کے بعد صدمہ کی وجہ سے اس جہان فانی سے رحلت فرما گئی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ کی پانچ چھوٹی چھوٹی لڑکیاں ہیں۔ ایک بچی محض ایک دن کی ہے۔ مرحومہ ایک نہایت مخلص احمدی اور فدائے دین تھی۔ جمیع احمدی برادران سے درخواست ہے کہ جنازہ غائب پڑھا جائے۔ (ڈاکٹر) عمر الدین نیروبی

۳۔ مورخہ ۲۵ جون ۱۹۲۸ء کو میرے والد بزرگوار چوہدری شہاب الدین صاحب سفید پوش جو حضرت مسیح موعودؑ کے پرانے خادموں سے تھے۔ بقضائے الٰہی فوت ہو گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تمام احباب کی خدمت میں دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ محمد صادق مالوکے بھگت

۴۔ میری بیوی کا ۲۷ جون کو انتقال ہو گیا ہے۔ مرحومہ از حد نیک بخت اور خادم دین تھی۔ ۴ چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ گئی ہے۔ احباب دعاء مغفرت فرمائیں۔ محمد بخش حصار

۵۔ ۲۹ جون کو ہمارے عزیز بھائی ملک محمد حنیف صاحب احمدی کی بیوی جو مخلص احمدی خاتون تھی دق کے مرض سے دار فانی سے کوچ کر گئی۔ ہم صرف تین احمدی بھائی اور دو نابالغ لڑکوں نے مرحومہ کا جنازہ پڑھا۔ احباب مرحومہ کا جنازہ غائب پڑھیں۔ اصغر علی امین آباد

۶۔ بندہ کے والد صاحب ملک عبدالصمد صاحب احمدی جو حضرت مسیح موعودؑ کے پرانے مخلصین میں سے تھے۔ ۳۰ جون کو رحلت فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون احباب ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں۔ عبدالرحمن ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

نمبر ۹ | قادیان دارالامان مورخہ ۳۱ جولائی ۱۹۲۸ء | جلد ۱۶

مسلمانوں پر ہندوؤں کی چیرہ دستیاں

ہندو رہنماؤں کا افسوسناک رویہ

ہندوستان کے مختلف علاقوں میں ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں پر جو مظالم روا رکھے جا رہے ہیں۔ اور ان کو طرح طرح کی ایذائیں پہونچائی جا رہی ہیں۔ وہ نہایت ہی دردناک داستان ہے۔ سائمن کمیشن کے تقرر سے قبل کے حالات کے متعلق تو کہا جاتا ہے۔ کہ اس زمانہ میں ہندو مسلمانوں کے تعلقات بگڑے ہوئے تھے۔ لیکن تقرر کمیشن کے بعد یہ خیال کیا جانے لگا تھا۔ کہ اب دونوں اقوام میں صلح ہو گئی ہے۔ اور ہندو رہنماؤں نے اتحاد کے راگ گانے شروع کر دئے تھے۔ مدراس کانگریس میں دستور اساسی کی قرارداد مالوی جی کی زبردست تائید سے منظور کر لی گئی۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ مالوی جی اور ان کے رفقائے کار نے عملی طور پر اپنی قوم کو اس پر کاربند کرنے کے لئے کوئی معمولی کوشش بھی نہ کی۔ آپ کی قائم کردہ ہندو سبھا کے تقریباً ہر پلیٹ فارم پر کانگریس کے فیصلہ کے خلاف دھواں دھار تقریریں ہوئیں۔ جبل پور میں ہندو مہاسبھا کے اجلاس میں علیحدگی سندھ کی پرزور مخالفت کی گئی۔ "ہندوستان ٹائمز" آج تک سرحد میں مکمل اصلاحات کے خلاف بڑے زور شور سے لکھ رہا ہے۔ مگر کس قدر حیرت کی بات ہے۔ کہ مالوی جی یا کسی اور کانگریسی لیڈر کو آج تک اتنی جرأت نہیں ہوئی۔ کہ وہ اپنی قوم کو اس بے راہ روی اور نفاق انگیزی پر تنبیہ ہی کرے۔ اور اُن کے امن سوز پروپیگنڈا کے خلاف آواز اٹھائے +

یہ تو خیر عام باتیں تھیں۔ لیکن گذشتہ عید الضحےٰ اور محرم کے موقعوں پر ہندوؤں کی طرف سے جو چیرہ دستیاں مسلمانوں پر کی گئیں۔ ان سے ہندو رہنماؤں کی چشم پوشی نہایت ہی شرمناک ہے۔ اور ان کی خاموشی یقیناً مجرمانہ خاموشی ہے +

اکثر ایسے مقامات پر جہاں مسلمان ذبح بقر کے قانوناً مجاز تھے۔ اور جہاں وُہ صدیوں سے قربانی کرتے آئے تھے۔ ہندوؤں نے ان کو زبردستی اس سے روکا۔ اور مسلمانوں کی طرف سے اپنے حق کو حاصل کرنے کے اصرار پر کئی بے گناہ اور نہتے فرزندانِ توحید کو نہایت بے دردانہ طور پر موت کے گھاٹ اتار دیا۔ سوفتہ کے متعلق سرکاری تحقیق کنندہ مسٹر مارٹن کی رپورٹ شائع ہو چکی ہے۔ جس میں انہوں نے صاف لکھا ہے۔ کہ یہ تمام روح فرسا واقعات ہندوؤں کی فساد پسندی کا نتیجہ ہیں + گورنمنٹ کی اجازت کے باوجود انہوں نے زور بازو سے مسلمانوں کو فریضہ قربانی کی ادائیگی سے روکے رکھا۔ حالانکہ وہ ایک اسلامی گاؤں تھا۔

پھر بلک پور میں ہندو اور سکھوں کی متحدہ طاقت نے بے بس اور بے کس مسلمانوں پر طرح طرح کے ستم ڈھائے۔ پورہ اور بہار میں سخت ظلم اور تعدی سے کام لیا گیا۔ اور اس کے بعد محرم کے موقعہ پر گھرک پور میں گوردوارہ کے روبرو باجہ بجاتے پر ہندوؤں اور سکھوں نے پندرہ سولہ بے گناہ مسلمانوں کو تہ تیغ کیا۔ حالانکہ ہندوؤں میں باجہ جزو عبادت سمجھا جاتا ہے اور ہندوؤں اور سکھوں کے معابد میں صبح و شام باجہ بجایا جاتا ہے۔ اور آج تک ان کی باجہ نوازی ہی ہندوستان میں وجہ فتنہ و فساد بنی رہی ہے +

ایسے سراسر ظالمانہ اور بہیمانہ افعال اور وحشیانہ حرکات کے ہوتے ہوئے ہندو اور پھر کانگریسی ہندو رہنماؤں کا کانوں میں تیل ڈال کر پڑے رہنا۔ اور ایسے شریروں کے خلاف پرزور آواز اٹھانا اور اشد ترین نفرت و حقارت کا اظہار کرنا تو کجا۔ مبہم الفاظ میں بھی ان کی مذمت نہ کرنا حد درجہ افسوسناک اور نہایت ہی قابلِ شرم امر ہے +

غضب خدا کا۔ چند ہی ماہ کے عرصہ میں ہندوؤں کی طرف سے علانیہ اور اس کثرت کے ساتھ مسلمانوں پر خوفناک مظالم روا رکھے جاتے ہیں۔ مگر نہ دستور اساسی کی قرارداد کی حمایت میں پرزور تقریریں کرنے والے مالوی جی۔ نہ ہندوستان کو جلد از جلد اغیار کی غلامی سے آزاد کرانے کے غم میں شب و روز گھلنے والے لالہ لاجپت رائے۔ نہ مذہب کو سیاست سے جدا کرنے والے پنڈت جواہر لال نہرو۔ نہ ہی ڈاکٹر ستیہ پال اور پنڈت موتی لال نہرو۔ اور نہ ہی کوئی اور ہندو لیڈر ان کے خلاف اظہار مذمت تک کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔

اور عجیب بات تو یہ ہے۔ کہ لاہور میں جو کانگریس کا اجلاس ہُوا۔ اس میں ڈاکٹر ستیہ پال اور شیخ سراج الدین پراچہ نے سوفتہ میں گولی چلانے کی وجہ سے پولیس کے خلاف تو نہایت زبردست احتجاج کیا۔ مگر کسی بندۂ خدا کو اتنی توفیق نہ ہوئی۔ کہ وُہ ان سنگھٹنی سورماؤں کے شرمناک رویہ اور پاجیانہ روش کے خلاف ایک لفظ بھی زبان پر لا سکتا۔ جو کئی کئی میلوں سے اکٹھے ہو کر سوفتہ کے بے کس مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے تھے حالانکہ ان کا یہ رویہ نہ صرف خلاف اخلاق و قانون ہی تھا۔ بلکہ کانگریس کے صاف اور واضح مسلمات کے بھی سراسر منافی تھا +

کیا یہ حیرانگی کی بات نہیں۔ کہ متعدد مقامات پر تو غریب مسلمانوں کو محض اس جرم میں جان سے مار چکے ہیں۔ کہ وہ آزادی کے ساتھ ان کو باجہ بجاتے سے روک کر ان کے مذہب میں مداخلت کے سنگین جرم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور گھرک پور میں سولہ مسلمان اس لئے موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے ہیں۔ کہ وہ ان کے معابد کے سامنے باجہ بجا کر ان کی بے حرمتی کرتے ہیں کیا دنیا میں کوئی عقلمند ان کی اس الٹی منطق پر خاموش رہ سکتا ہے؟ مگر کس قدر حیرت ہے۔ کہ ہندو راہنما ان سب باتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ اور ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ اور کس قدر رونے اور آنسو بہانے کا مقام ہے۔ کہ ۲۲ کروڑ ہندوؤں میں سے ایک بھی شریف النفس اور نیک دل انسان نظر نہیں آتا۔ جو ان مفسدہ پردازوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرے۔ اور پھر ظلم پر ظلم یہ ہے۔ کہ الٹا ان ننگِ انسانیت اشخاص اور دشمنِ وطن لوگوں کی تن من دھن سے امداد کی جا رہی ہے۔ چوہدری چھوٹو رام صاحب سابق وزیر پنجاب ہاں وہی چوہدری چھوٹو رام صاحب جن کے غیر متعصب ہونے کا مسلمانوں کو اس قدر یقین ہے۔ اور جن پر اس بھولی بھالی قوم کو اس قدر اعتماد ہے۔ کہ سائمن کمیشن کے سامنے اپنے مطالبات پیش کرنے کے لئے انہیں اپنا نمائندہ منتخب کرتے ہیں۔ اور ان سے اپنی ساری امیدیں وابستہ کرتے ہیں۔ صرف یہی نہیں۔ کہ ان سفاکوں کے خلاف اظہار مذمت نہ کر کے افسوسناک اور مجرمانہ خاموشی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ بلکہ ان ملزموں کی مدافعت کے لئے رضاکارانہ اپنی خدمات پیش کر دیتے ہیں۔

اسی پر بس نہیں۔ ہندو باشندگان بلب گڑھ بجائے جوابدہی پر نفرین بھیجنے کے الٹا مسٹر مارٹن جیسے غیر جانبدار شخص کی تحقیق کو

جنبہ داری پر محمول کرتی ہے۔ اور یہ پاس کرتی ہے۔ کہ "۵ ہزار روپیہ تو سردست ان کی امداد کے لئے جائے اور ۱۵ ہزار روپیہ ان کی بے گناہی ثابت کرنے کے لئے عدالتوں میں خرچ ہوگا" (ریج ۱۳ جولائی)

سیٹھ چھاجو رام صاحب ایم ایل سی حصار ایک ہزار روپیہ نقد ان بلوائیوں کی امداد کے لئے دیتے ہیں۔ اور کسی کو ان تماشیاں نہیں آتا۔ کہ مجرموں کی اس قدر زبردست تائید اور امداد کے نتائج کیسے خطرناک ہونگے۔ اس سے مفسدہ پردازوں کے حوصلے بڑھ جائیں گے۔ اور ملک میں کشت و خون اور قتل و غارتگری کا ایک ایسا باب وا ہو جائیگا۔ جو مسلمانوں کے لئے زیست کے تمام دروازے بند کر دے گا۔

ہم پنڈت مالوی جی سے باادب گذارش کرتے ہیں۔ کہ ۱۹۲۸ء میں سوراج ولانے کے بجائے، آپ مواعیظ سے توجہ ہٹا کر اپنی قوم کو اختلاف عقائد رکھتے ہوئے انسانوں کے درمیان زندگی گذارنے کے سلیقہ سے آشنا کریں۔ اور ہندوؤں کو سنہ ۱۹۲۸ء میں ہندو راج کے قیام کے لئے اس قدر سرگرم جدوجہد کرنے سے باز رکھیں۔ نیز عام ہندو راہنماؤں سے عموماً اور کانگریسی لیڈروں سے خصوصاً درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ اپنی اس افسوسناک روش میں تبدیلی کریں۔ اور مفسدین کے خلاف موثر طور پر اظہار ملامت کریں۔ تاکہ ملک میں امن قائم ہو سکے۔

۱۷ جون کے جلسوں کی کامیابی اور مخالفوں کی ناکامی

خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ۱۷ جون کے جلسوں کی تحریک کو جو کامیابی بخشی ہے۔ وہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں بے نظیر ہے۔ اور ہر وہ انسان جسے خدا تعالیٰ نے سمجھ اور عقل دی ہے اس تحریک کی کامیابی اور اس کی اہمیت کا کھلے دل سے اعتراف کر رہا ہے۔ لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہیں۔ جو بوجہ اس کینہ اور بغض کے جو انہیں حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ اور جماعت احمدیہ سے ہے۔ انتہائی کوتہ فہمی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ اور اس تحریک کو ناکام ظاہر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس میں سب سے زیادہ حصہ وہ لوگ لے رہے ہیں۔ جو مسلمانوں کی جیبیں خالی کرانے کے وقت تو انہیں کہتے ہیں۔ آپ کے حقیقی مسلمان ہونے میں جسے شک ہو۔ وہ خود مسلمان نہیں لیکن حالت یہ ہے۔ کہ نہ ان میں سے کسی کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ نہ جنازہ۔ نہ انہیں لڑکیاں دیتے ہیں۔ نہ ان کی انجمنوں کو اچھی نظر سے دیکھتے ہیں۔ بلکہ ان کو برباد کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں یہ مولوی محمد علی صاحب لاہوری اور ان کے ہمخیال لوگ ہیں۔ جن کی اس روش سے تنگ آ کر انہی میں سے یہ کہنے والے کھڑے ہو گئے ہیں۔ کہ "ہم اپنے عمل سے ان (مسلمانوں) پر شبہ ڈالتے ہیں۔ کہ ہم ان کو کافر سمجھتے ہیں"

ایسے لوگ جن کی زبان کچھ ہو۔ اور عمل کچھ۔ ان کے بیے اصولے پن میں کسے شبہ ہو سکتا ہے لیکن باوجود اس کے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے اظہار کے لئے جلسے کرنے کے خلاف انھوں نے جو کوشش کی۔ اور ان جلسوں کو ناکام بنانے کے لئے اب تک کر رہے ہیں۔ وہ اس قدر قابل نفرت ہے۔ کہ ایسے لوگ جو جماعت احمدیہ سے تعلق نہیں رکھتے وہ بھی نفرین بھیج رہے ہیں۔ چنانچہ کوئٹہ سے ایک معزز صاحب جو ہماری جماعت میں داخل نہیں ہیں۔ حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں لکھتے ہیں:-

"حضور کے اعلان ۱۷ جون درباره انعقاد مجالس برائے اظہار محاسن و اخلاق رسول اکرم ؐ نے مسلم پبلک کے دلوں میں جو درجہ قبولیت حاصل کیا۔ اور جس فراخدلی سے ہندوستان کے ہر ایک گوشہ میں اس صدا پر لبیک اور اس پاک ارشاد پر سر تسلیم خم کیا گیا۔ یہ بجائے خود ایک حیرت انگیز کرامت اور آنجناب کے تقدس کا کافی ثبوت ہے۔ مگر وائے برحال مسلم مخالفین جو اس مبارک و مقبول تحریک کو ناکام بنانے کی بے فائدہ کوشش کرتے رہے ہیں۔ ان لوگوں کے قلوب سیاہ اور دل مسخ ہو چکے ہیں دماغ معطل اور چشم کور ہو گئی ہیں۔ جو نہ سمجھ سکتے ہیں۔ نہ غور کر سکتے ہیں۔ اور نہ دیکھ سکتے ہیں۔ دعا فرمائیں۔ کہ خدا اُن کو ہدایت دے"

کیا اس تحریک کی مخالفت کرنے والے ان الفاظ سے عبرت حاصل کرینگے۔ اور ایک نہایت پاک اور مفید تحریک کی مخالفت کر کے یا اس کے اثر کو کم کرنے کی کوشش کر کے دین و دنیا کی روسیاہی نہ مہیا کریں گے۔

پنجاب یونیورسٹی کی مولوی فاضل کلاس کا نتیجہ

اگرچہ کئی سال سے پنجاب یونیورسٹی کی مولوی فاضل کلاس کا نتیجہ بہت خراب نکل رہا ہے۔ لیکن اس سال جو نتیجہ نکلا ہے۔ اسے دیکھ کر تو ہمارے رنج و افسوس کی کوئی حد نہیں رہی۔ اور جس شخص نے بھی یہ نتیجہ دیکھا ہوگا۔ وہ ہمارے ساتھ یہ کہنے میں بالکل متفق ہوگا۔ کہ ممتحنین نے بیچارے طالب علموں سے نہایت سختی کا سلوک روا رکھا ہے۔ اس سال امتحان میں شامل ہونے والوں کی تعداد قریباً ۷۰ تھی۔ جن میں سے صرف ۱۵ پاس ہوئے ہیں۔ یہ ایسا افسوسناک نتیجہ ہے۔ جو غالباً سوائے مولوی فاضل کلاس کے اور کسی درجہ کے امتحان کا نہ نکلا ہوگا۔ اس کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں۔ کہ اول تو امتحان کے پرچے بنانے والے علماء بعض پرچے بناتے وقت اپنی ساری علمیت اور قابلیت پرچوں کو مشکل اور لاینحل بنانے میں صرف کر دیتے ہیں۔ دوسرے پرچے دیکھتے وقت اتنی سختی سے کام لیتے ہیں۔ کہ کوئی خوش قسمت ہی پاس ہو جائے تو ہو جائے۔ ورنہ ان کی کوشش یہی معلوم ہوتی ہے۔ کہ حتے الامکان کسی کو مولوی فاضل کی ڈگری حاصل نہ ہو۔ اس کے مقابلہ میں جب ہم شاستری وغیرہ کے امتحانات کا نتیجہ دیکھتے ہیں۔ تو زمین و آسمان کا فرق پاتے ہیں۔ شاستری کا امتحان دینے والے ہر سال اچھی خاصی تعداد میں پاس ہوتے ہیں۔ ہماری سمجھ میں اس فرق کی وجہ سوائے اس کے اور کوئی نہیں آتی۔ کہ وہ مولوی صاحبان جو مولوی فاضل کے امتحان کے پرچے دیکھتے ہیں۔ بہت زیادہ سختی سے کام لیتے ہیں۔ اور شاید وہ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ جس قدر زیادہ طلباء کو فیل کریں گے۔ اسیقدر زیادہ ان کی قابلیت کا سکہ بیٹھیگا اور اس طرح وہ یونیورسٹی کی بہت بڑی خدمت سرانجام دے کر حکام یونیورسٹی کی خوشنودی حاصل کر سکینگے۔ حالانکہ اگر وہ ذرا بھی غور سے کام لیں۔ تو انھیں معلوم ہو۔ کہ اس طرح نہ صرف مسلم نوجوانوں کی زندگیاں برباد ہو رہی ہیں۔ بلکہ مولوی فاضل کا امتحان دینے والوں کے حوصلے پست ہو کر علم عربی کو بہت بڑا نقصان پہونچ رہا ہے۔ علاوہ ازیں اس کثرت سے مسلمان نوجوانوں کے فیل ہونے سے علمی دنیا میں مسلمان بدنام ہو رہے ہیں۔ اور غیر مسلموں کو یہ کہنے کا موقعہ مل رہا ہے کہ جب مسلمان طالب علموں کی اپنی مذہبی زبان میں قابلیت کا یہ حال ہے تو دوسرے علوم میں وہ کیا ترقی کر سکتے ہیں۔

پس ہم مولوی فاضل کے امتحان میں اسقدر سختی اور تشدد کے خلاف نہایت زور سے صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے ممتحنین سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ مسلمان نوجوانوں پر رحم کریں۔ اور پاس ہونے کا معیار اتنا بلند نہ قرار دیں۔ کہ کوئی اس کی طرف منہ کرنے کی جرأت ہی نہ کر سکے۔

انسداد گاؤکشی کے متعلق مفید مشورے

معاصر شیر پنجاب (۱۷ جولائی) لکھتا ہے:- "بھائی پرمانند صاحب کو ایک صاحب نے چیلنج دیا ہے۔ کہ بقر عید کے موقعہ پر کسی اکی دکی گائے کے بچانے کی بجائے آپ ان بوچڑ خانوں پر کٹ لگائیے۔ جہاں گوروں کے لئے سینکڑوں گائیں ذبح کی جاتی ہیں۔ اگر آپ انکو بند کرانے میں کامیاب ہو گئے۔ تو مسلمانوں میں گاؤکشی خود بخود بند ہو جائیگی۔ ان گوروں کے لئے گائیوں کا ذبح ہونا دیکھکر آپکا دل جوش میں نہیں آتا۔ تو زیر عضو ضعیف کے مصداق ہزاروں مسلمانوں کے خلاف کیوں بھڑکاتے ہو۔"

پھر معاصر بھیشم (۲۰ جون) لکھتا ہے:- "ہم تو دیانتداری سے یہ یقین کرتے ہیں۔ کہ اگر اس سوال پر ہم گورنمنٹ کو جھکا لیں۔ اور گورہ فوج کے لئے ہر روز سینکڑوں نہیں ہزاروں کی تعداد میں جو گئویں ذبح ہوتی ہیں۔ ان کا ذبح کیا جانا بند کرادیں۔ تو مسلمان خود بخود ہمارے جذبات کا احترام کرنے لگیں گے"......

ہر دو معاصرین کے مفید اور کار آمد مشورے کسی حاشیہ آرائی کے محتاج نہیں۔ فی الواقعہ اگر ہندو اپنے ان ہم مذہب اخبارات کی بات مان لیں۔ تو ہندوستان کے امن وامان کے قیام میں اس سے بہت مدد مل سکتی ہے۔ مگر یہاں تو بقول معاصر شیر پنجاب "زور بر عضو ضعیف" والا معاملہ ہے [illegible] بحالت [illegible] سر کمزور ہیں [illegible] لئے دوڑ کر [illegible] چڑھ آتے ہیں۔ لیکن حکومت سے مقابلہ کے لئے وہ قیامت تک آمادہ نہیں ہونگے۔

زمیندار اور ہائی کورٹ پنجاب

"قادیانیوں نے دنیا کے سامنے دیانت کی جو مثالیں پیش کی ہیں۔ انہیں دیکھ دیکھ کر آنے والی نسلیں مدتوں سر پیٹا کریں گی"

یہ وہ الفاظ ہیں۔ جو اخبار "زمیندار" نے اپنے ۱۹ر جولائی کے پرچہ میں اس مضمون کی تمہید کے طور پر لکھے ہیں۔ جس میں اس نے یہ شکایت کی ہے۔ کہ "مسلم آوٹ لک" نے پنجاب ہائی کورٹ کے موجودہ نظام کے خلاف جو مضامین لکھے ہیں۔ ان کے متعلق حضرت امام جماعت احمدیہ اور "الفضل" نے کیوں کچھ نہیں لکھا۔ چنانچہ وہ اپنے مخصوص انداز میں لکھتا ہے۔

" آج مسلم آوٹ لک نے دلائل قاطعہ سے ثابت کیا ہے۔ کہ عدالت عالیہ پنجاب کا موجودہ نظام مسلم مفاد کیلئے مہلک ہے جس کے ماتحت مسلمانوں کے حقوق نہایت بے دردی سے پامال ہو رہے ہیں۔ اور اگر چندے یہی صورت رہی۔ تو عدالت عالیہ اور اس کی ماتحت عدالتوں اور اداروں میں ایک مسلمان بھی نظر نہ آئیگا۔ مگر نہ خلیفہ قادیان ٹس سے مس ہوئے اور نہ الفضل کے قلم کو حرکت ہوئی"

لیکن ستم ظریفی دیکھئے۔ یہ سطور "زمیندار" نے اسی صفحہ پر شائع کی ہیں جس پر وہ خود اپنے متعلق یہ لکھتا ہے:۔

" ہم سے بعض احباب نے اس کے متعلق جواب طلب کیا ہے۔ کہ ہم اس وقت تک اس مسئلہ (مسلم آوٹ لک اور سر شادی لال) کے متعلق خاموش کیوں رہے"

اور ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کرتا ہے۔

" بجائے اس کے کہ تمام مسلمان کامل یک آہنگی سے مسلم آوٹ لک کی تائید میں آواز بلند کرتے۔ ایک غرض پرست حلقہ نے اس کے خلاف احتجاج بھی کیا۔ اور اسلامی پریس کامل طور پر خاموش رہا"

اس کامل طور پر خموش رہنے والے "اسلامی پریس" میں خود "زمیندار" بھی شامل ہے۔ اور اس وقت تک اس کے قلم کو بھی حرکت نہ ہوئی تھی۔ لیکن باوجود اس کے اس نے ہمارے خلاف زبان طعن دراز کی۔ اگر "زمیندار" دیانتداری سے کام لیتا۔ اور خواہ مخواہ نیش زنی نہ کرتا۔ تو جو وجوہات اس نے اپنے "کامل خموشی" رہنے کے پیش کئے ہیں۔ وہی یا اسی قسم کے ہماری طرف سے بھی سمجھ سکتا تھا۔ لیکن جب اس کی غرض ہی نکتہ چینی کیلئے مواد جمع کرنا ہو۔ تو دیانت اور امانت سے کیوں کام لیتا۔

تاہم "زمیندار" نے جو کچھ لکھا ہے۔ اور جس غرض سے لکھا ہے اس سے ظاہر ہے۔ کہ احتیاج "زمیندار" ایسی فطرت رکھنے والوں کو بھی کس طرح جھکنے پر مجبور کر دیتی ہے۔

"زمیندار" بے جا طعن و تشنیع کے بعد اپنی خاص خصوصیت کو قائم رکھتے ہوئے حرف مطلب اس طرح زبان پر لایا ہے۔

" دیانت کا اقتضا ہے۔ کہ خلیفہ قادیان منہ میں گھنگھنیاں ڈال کر نہ بیٹھیں۔ بلکہ اپنے دعاوی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسلامی حقوق کی نمائندگی کریں"

یہ بات اگر "زمیندار" مہذبانہ رنگ میں پیش کرتا۔ تو ہم "اسلامی حقوق" کے متعلق اس کی درخواست کو بہت زیادہ قابل وقعت سمجھتے۔ اب بھی ہم یقین دلاتے ہیں۔ کہ حضرت امام جماعت احمدیہ "اسلامی حقوق" کے تحفظ کے لئے ہر جائز اور ممکن کوشش فرما رہے ہیں۔ مگر ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ مسلمان اتحاد عمل سے کام لیں۔ اگر "زمیندار" نے حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ کی اس تحریک پر خود عمل کیا ہوتا۔ اور اپنے حلقہ اثر میں اس پر عمل کرانے کی کوشش کی ہوتی۔ کہ مسلمانوں کو مشترکہ مفاد کیلئے متحدہ سعی کرنی چاہیئے۔ تو آج اسے یہ گلہ نہ کرنا پڑتا۔ یا اس زور سے نہ کرنا پڑتا۔ کہ

" اسلامی تشتت آخر رنگ لایا۔ اور بجائے اس کے کہ تمام مسلمان کامل یک آہنگی سے مسلم آوٹ لک کی تائید میں آواز بلند کرتے۔ ایک غرض پرست حلقہ نے اس کے خلاف احتجاج بھی کیا۔ اور اسلامی پریس کامل طور پر خاموش رہا"

"زمیندار" نے اپنی خموشی کے متعلق لکھا ہے۔

" بعض حقیقت ناشناس دوستوں نے اسے خوف یا امید پر محمول کیا"

لیکن ہم "زمیندار" کے متعلق کیا کہیں۔ جس نے ہماری نسبت یہ لکھا ہے۔

" یہ لوگ اس کے متعلق ایک حرف بھی نہیں لکھیں گے کیونکہ چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب عدالت عالیہ کی ججی کے امیدوار ہیں"

اول تو یہی بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ کہ ججی کے امیدوار ہونے سے "زمیندار" کا کیا مطلب ہے۔ ججی کے لئے گورنمنٹ کو درخواستیں نہیں دی جاتیں۔ کہ چوہدری صاحب درخواست دے کر ججی کے امیدوار بن گئے ہوں۔ یہ حکومت کی اپنی مرضی پر منحصر ہے۔ دوسرے شائد "زمیندار" کو یاد نہیں۔ یہ وہی چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب ہیں۔ جنہوں نے "مسلم آوٹ لک" کے مقدمہ میں جو اسی ہائی کورٹ کی طرف سے دائر کیا گیا تھا۔ اور جس میں پیش ہونے کے لئے کوئی بڑے سے بڑا قوم پرست بیرسٹر بھی جرأت نہ کر سکا۔ ایڈیٹر اور پرنٹر مسلم آوٹ لک کی طرف سے پیش ہوئے تھے۔ اور اس قابلیت اور دلیری سے مقدمہ کو پلیڈ کیا تھا۔ کہ "زمیندار" نے بھی ان کی جرأت اور قانون دانی کی تعریف کی تھی۔ اگرچہ "مسلم آوٹ لک" نے اس کا یہ بدلہ دیا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سیرت کے متعلق لیکچر دینے کی جو تحریک کی گئی تھی۔ اور جسے خدا کے فضل سے بے نظیر کامیابی حاصل ہوئی۔ اس کی سخت مخالفت کی۔ اور بے جا طور پر مخالفت کی۔ ۔

جہاں تک پنجاب کی ۵۵ فیصدی مسلم آبادی کے حقوق کا سوال ہے۔ اس کے متعلق ہم ہر اس آواز کی تائید کرنے کے لئے تیار ہیں۔ جو دیانتداری سے بلند کی جائے۔ اور ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ گورنمنٹ کو اس طرف توجہ دلائی جائے۔ ہائی کورٹ پنجاب کے ماتحت صیغوں میں واقعی مسلمانوں کی اس قدر کمی ہے۔ جو ہر ایک مسلمان کو سختی کے ساتھ محسوس ہو رہی ہے۔ اور نہایت رنج کی بات یہ ہے۔ کہ اس میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ مسلمانوں کا حق ہے۔ کہ اس بارے میں اپنے حقوق کا مطالبہ کریں۔ اور ہم یہ مطالبہ کرنے میں کسی سے پیچھے نہیں ہیں

معاصر فاروق

معاصر فاروق سلسلہ کا ایک مشہور اخبار ہے۔ جو کچھ عرصہ بند رہنے کے بعد اپریل ۱۹۲۸ء سے دوبارہ سلسلہ کے مشہور اور کہنہ مشق اخبار نویس جناب میر قاسم علی صاحب کے زیر ادارت نہایت پابندی سے شائع ہو رہا ہے۔ ہمیں جناب میر صاحب سے یہ معلوم کر کے سخت رنج ہوا۔ کہ ابھی تک فاروق کی اشاعت اس قدر کم ہے۔ کہ وہ اپنے اخراجات کا متحمل بھی نہیں ہو سکتا۔ یعنی تعداد خریداران اس وقت تین سو بھی نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ان حالات میں کسی اخبار کا زندہ رہنا نہایت مشکل امر ہے۔ احباب کو فاروق کی اشاعت میں توسیع کے لئے پوری کوشش کرنی چاہیئے۔ اور زیادہ نہیں تو کم از کم دو سو مزید خریدار پیدا کر دینے چاہئیں۔ تا اخبار اپنا خرچ ہی نکالنے کے قابل ہو سکے۔

اس زمانہ میں پریس کو جو اہمیت حاصل ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں اور جماعت احمدیہ ایسی زندہ اور بیدار قوم کے پریس کی یہ حالت نہایت ہی تکلیف دہ ہے

جماعت احمدیہ کے سامنے ایک وسیع اور عظیم الشان پروگرام ہے اور پھر ساتھ ہی مخالفین شدومد سے ہماری ہر تحریک کے متعلق غلط اور مفتریانہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔ پس اپنے پروگرام کو کامیاب بنانے اور مخالفین کی افترا پردازیوں کی تردید کیلئے ہمیں ایک زبردست اور مضبوط پریس کی ضرورت ہے معاصر فاروق کی کامیابی ہمارے پریس میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

قومی اتحاد اور تمدنی ترقی کا بہت بڑا گر

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۲۰ جولائی ۱۹۲۸ء بمقام ڈلہوزی

بعد تلاوت سورۂ فاتحہ فرمایا:-

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے تمدن کا ایک

بہت بڑا گر

بیان فرمایا ہے۔ جس کو مدنظر رکھکر قومی اتحاد اور تمدنی ترقی کے بہت سے سامان پیدا ہو جاتے ہیں۔ بہت سی دنیا میں ایسی باتیں ہوتی ہیں۔ جو بظاہر چھوٹی ہوتی ہیں۔ لیکن ان کے نتائج بہت بڑے نکلتے ہیں۔ دیکھنے والا ان کو اس نقطہ نگاہ سے دیکھتا ہے۔ کہ وہ اپنی ذات میں کیا ہیں۔ اور اپنی ذات میں ان کو چھوٹا سمجھکر ان کی طرف سے بے توجہی کرتا ہے۔ مگر بسا اوقات نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ قوم کی قوم یا ملک کا ملک یا کہہ سکتے ہیں کہ دنیا برباد ہو جاتی ہے۔ تاریخوں میں ایک واقعہ آتا ہے۔ میں نہیں جانتا کہاں تک سچا ہے۔ لیکن لکھا ہے۔

بغداد کی خلافت کی تباہی

کا موجب یہی واقعہ ہوا۔ کہتے ہیں۔ دو بدمعاش تھے۔ انہوں نے کسی جگہ کباب بکتے دیکھکر مشورہ کیا۔ آؤ آج کباب کھائیں اور مفت کھائیں۔ ان دنوں شیعہ سنی جھگڑوں کا زور تھا انہوں نے منصوبہ یہ کیا۔ کہ چلتے چلتے آپس میں لڑ پڑیں۔ ایک دوسرے کو گالیاں دینے لگ جائیں۔ ایک اس طرح کلام کرے۔ کہ وہ سنی ہے۔ اور دوسرا اس طرح کہ شیعہ ہے۔ جب شور و شر بڑھ جائیگا۔ اور لوگ لڑنے لگ جائیں گے۔ تو ہم کباب اٹھا کر بھاگ جائیں گے۔ انہوں نے کباب فروش کی دکان کے پاس پہونچکر اسی طرح کیا۔ اس بازار میں شیعہ بھی تھے۔ اور سنی بھی کچھ ایک کی امداد کے لئے آ گئے۔ کچھ دوسرے کی امداد کے لئے پہلے ایک دوسرے کو گالیاں دینے لگے۔ پھر مار کٹائی شروع ہو گئی۔ وہ تو کباب لیکر چلتے بنے۔ مگر اس واقعہ کے بعد جگہ بجگہ لڑائیاں اور خونریزیاں شروع ہو گئیں۔ اس پر لوگوں نے ترکوں کو لکھا۔ کہ یہاں بہت بدامنی پیدا ہو گئی ہے۔ تم آجاؤ۔ ترک جو اس وقت تک اسلام نہ لائے تھے۔ حملہ آور ہوئے۔ اور ان کے حملہ سے بغداد کی خلافت تباہ ہو گئی۔ گویا دو آدمیوں کی لڑائی اور وہ بھی کباب کھانے کے لئے۔ لڑائی کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وہ

عظیم الشان نظام

جو خواہ کتنا ہی استبدادی رہا ہو۔ پھر بھی مسلمانوں کے لئے عمود کے طور پر تھا۔ اور دوسری مسلمان حکومتیں خواہ وہ کتنی بڑی تھیں۔ اس کے آگے اس طرح جھکتی تھیں جس طرح جانور کیبلے کی طرف جھکتا ہے۔ وہ تباہ ہو گیا۔ اور ایسا تباہ ہوا۔ کہ اس کے بعد پھر کوئی نظام مسلمانوں کو متحد نہ کر سکا۔ پس بسا اوقات ایک چھوٹی سی بات کے نتائج بہت بڑے نکلتے ہیں۔ اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ بظاہر جو باتیں صحیح معلوم ہوتی ہیں۔ ان کو بھی بعض بڑی باتوں کے لئے چھوڑ دینا پڑتا ہے۔

وہ گر

جس کی طرف میں نے ابتدا میں اشارہ کیا ہے۔ سورۂ حجرات میں بیان کیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ یاایھا الذین آمنوا اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم۔ اے مومنو! اجتنبوا کثیراً من الظن بہت سے ظنوں سے بچا کرو۔ کیونکہ ان بعض الظن اثم بعض ظن ایسے ہوتے ہیں۔ جو گناہ ہوتے ہیں۔ یہ کتنا چھوٹا سا فقرہ ہے۔ لیکن اس میں ایک بہت بڑا تمدنی۔ سیاسی اور اخلاقی اصل بیان کیا گیا ہے۔ بیشتر اس کے کہ میں اس اصل کو بیان کروں۔ یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ

عربی میں ظن کے معنے

تین ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے۔ کہ تینوں معنے ایک دوسرے کے متضاد ہیں۔ ایک معنی ظن کے یقین کے ہوتے ہیں۔ جب کسی بات کے متعلق یقین کرلیں۔ کہ اس طرح ہے۔ تو کہتے ہیں۔ فلاں نے فلاں بات کے متعلق ظن کیا۔ دوسرے معنی ظن کے گمان غالب کے ہیں۔ جب کثرت دلائل کسی بات کے متعلق دلالت کرتے ہوں۔ کہ وہ یوں ہے۔ تو اس کے لئے بھی ظن کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں ان معنوں میں ظن کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ مومنوں کے متعلق آیا ہے۔ مومن خدا کی ملاقات پر ظن رکھتے ہیں۔ مومنوں کے متعلق یہ تو نہیں کہا جا سکتا۔ کہ انہیں خدا تعالیٰ کی ملاقات پر یقین نہیں ہوتا انہیں یقین ہوتا ہے۔ ان کے متعلق ظن کا لفظ یقین کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔

گمان غالب

کے معنوں میں حضرت یوسفؑ کے متعلق آتا ہے۔ ان کے سامنے جب دو قیدیوں نے اپنے خواب بیان کئے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ میں نے دیکھا ہے۔ شراب نچوڑ رہا ہوں۔ اور دوسرے نے کہا۔ میں نے دیکھا ہے۔ میرے سر پر روٹیاں ہیں۔ جنہیں پرند کھا رہے ہیں۔ تو حضرت یوسف علیہ السلام نے شراب نچوڑنے والے کو تو یہ تعبیر بتائی۔ کہ تمہیں قید سے نجات مل جائے گی۔ اور دوسرے کو یہ کہا۔ کہ تمہیں پھانسی دی جائیگی۔ اب خواب یقینی تو ہوتی ہے۔ لیکن انبیاء کی ان کی خوابوں کے متعلق کہا جا سکتا ہے۔ کہ خدا کی طرف سے ہیں۔ باقیوں کے لئے یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ یقینی طور پر ان کی خواب خدا کی طرف سے ہے۔ باقی لوگوں کی خوابوں کی علامات اور دوسری باتوں کو دیکھ کر راجح یقین کر سکتے ہیں۔ کہ وہ خدا کی طرف سے ہوں۔ مگر ان پر قسم نہیں کھا سکتے۔ کہ ضرور خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ اس لئے حضرت یوسفؑ کے متعلق آتا ہے۔ وقال للذی ظن انہ ناج منھما۔ جس کے متعلق انہیں غالب گمان تھا۔ کہ بچ جائیگا۔ اسے کہا۔ وہ خواب کی علامات سے سمجھتے تھے۔ کہ بچ جائیگا۔ لیکن چونکہ وہ نبی کی خواب نہ تھی۔ اس لئے پورا یقین نہ تھا۔ کہ ضرور سچی ہوگی۔

اسی طرح ظن کا لفظ قرآن کریم میں

شبہ کے معنوں میں

بھی آتا ہے۔ کفار کے متعلق آتا ہے۔ وہ رسول کے لئے ظنون کرتے ہیں۔ اس کے یہ معنے نہیں۔ کہ ان کے پاس رسول کے خلاف دلائل ہیں۔ اس لئے وہ مخالفانہ باتیں کرتے ہیں۔ بلکہ یہ ہیں۔ کہ ان کے دلوں میں شکوک ہیں۔ اور وہ شکوک پیش کرتے ہیں۔

یہ آیت جو میں نے پڑھی ہے۔ اس میں ظن کے معنے یقین نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ وہ ظن جس کے معنی یقینی امر کے ہوں اس کے لئے یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ خدا تعالیٰ نے کہا ہے۔ اس سے بچو۔ اور اسے چھوڑ دو۔ ایسے ظن کو تو حاصل کرنا چاہیئے۔ اسی طرح جس امر کے متعلق دلائل کثرت سے ہوں اس کے لئے بھی نہیں کہا جا سکتا۔ کہ اسے چھوڑ دو۔ بے شک بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ ایک بات کے متعلق بظاہر

دلائل کا غلبہ

ہوتا ہے۔ مگر وہ حقیقت میں غلط ہوتی ہے۔ مگر ایسے امور تھوڑے ہی ہوتے ہیں۔ زیادہ ایسے ہوتے ہیں۔ کہ دلائل کے غلبہ سے وہ سچے ہوتے ہیں۔ پس یہ بھی یہاں مراد نہیں ہے۔ اب یہ بات باقی رہ گئی۔ کہ وہ ظن جو شک کے معنوں میں آتا ہے۔ وہ یہاں مراد ہے۔ ہماری زبان میں ظن کا لفظ غلط طور پر استعمال ہوتا ہے

جب کسی بات کے متعلق غلطی کا احتمال کم ہو۔ اور صحت کا زیادہ۔ تو اس کیلئے ظن کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ لیکن عربی میں ایسے موقعہ پر استعمال کرتے ہیں۔ جہاں غلطی کا احتمال زیادہ ہو۔ اور صحت کا کم۔ تو یاایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیراً من الظن کے یہ معنی ہونگے۔ کہ اے مومنو بہت سے شکوک سے بچا کرو۔ کئی باتیں ایسی ہوتی ہیں۔ جن کے بیس پہلو نیکی کے ہوتے ہیں۔ اور ایک پہلو برائی کا۔ اس برے پہلو کو چھوڑ دو۔ کیوں؟ اس لئے کہ ان بعض الظن اثم۔ بعض ظنون ایسے ہوتے ہیں۔ جو غلط ہوتے ہیں اس میں

کئی نکات

بیان کئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ ہو سکتا ہے۔ ظنون میں سے بعض سچے بھی ہیں۔ لیکن چونکہ شکی ہیں۔ اور ان میں غلطی کا احتمال ہو سکتا ہے۔ اس لئے ان سے بچو۔ کئی باتیں ایسی ہوتی ہیں جو اکسپیریمنٹ Experiment سے نہیں ہوتیں۔ دلائل سے معلوم ہوتی ہیں۔ اور ان میں غلطی کا شبہ ہوتا ہے۔ اور کئی ان میں سے غلط ہو جاتی ہے۔ بیسیوں مسئلے ایسے ہیں جنہیں دلائل سے ثابت کیا جاتا تھا۔ مگر اب لوگ ان کو غلط قرار دیکر چھوڑ رہے ہیں۔ تو فرمایا ان بعض الظن اثم شک و شبہ والی باتیں بعض دفعہ سچی بھی ہوتی ہیں۔ لیکن غلط بھی۔ اس لئے ان کو چھوڑ دینا چاہیئے۔

دوسرا نکتہ

یہ بیان کیا۔ جس سے شرعی مسائل کا حل ہوتا ہے۔ کہ ان بعض الظن اثم اللہ تعالےٰ نے یہ نہیں کہا۔ کہ سارے ظن غلط ہوتے ہیں۔ بلکہ یہ فرمایا کہ بعض ظن غلط ہوتے ہیں مگر فرماتا ہے۔ اجتنبوا کثیراً من الظن بہت سے ظنون سے بچو۔ کیوں اس لئے کہ ان میں سے بعض ایسے ہوتے ہیں۔ جو غلط ہوتے ہیں۔ یہ نہیں کہا کہ ظن سے بچو۔ کیونکہ ظن تو یقین والا بھی ہوتا ہے۔ اور گمان غالب والا بھی۔ اس لئے فرمایا۔

شک والے ظن سے بچو

ان میں صحیح ظن بھی ہو سکتا ہے۔ مگر اکثر چونکہ غلط ہوتے ہیں۔ اس لئے ان سے بچو۔ ہو سکتا ہے کہ ہم ایک چور کو چور سمجھ لیں۔ مگر یہ بھی تو ہو سکتا ہے۔ کہ ایک بے گناہ کو چور سمجھ لیں۔ پس وہ ظن جس کے معنے شک کے ہیں۔ اس کے متعلق قاعدہ یہی ہے۔ کہ ایسے ظن خراب زیادہ ہوتے ہیں۔ اس سے یہ نکتہ معلوم ہوا۔ کہ جس چیز سے منع کیا جائے۔ ضروری نہیں کہ اس کی وجہ سے

ہر فرد میں خرابی

پیدا ہو۔ بلکہ عام کو دیکھا جاتا ہے۔ اس کی موٹی مثال شراب کی ہے۔ اس پر بعض لوگ قبضہ پا لیتے ہیں۔ وہ اس برا اثر قبول نہیں کرتے۔ کہ ان کی صحت۔ یا ان کے جذبات اور احساسات کو اس سے نقصان پہونچے۔ لیکن ایسے بھی ہوتے ہیں۔ اور کثرت سے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ جو اس سے نقصان اٹھاتے ہیں۔ اس لئے ان کی کثرت کو دیکھکر اسلام نے شراب کو قطعی طور پر حرام کر دیا۔ پس کئی مسائل ایسے ہیں۔ کہ بعض لوگ نکل سکتے ہیں۔ جو ان پر عمل کر کے گناہ میں مبتلا نہ ہوں۔ لیکن اکثر گناہ میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اس لئے ان کی کثرت کو مدنظر رکھکر قلیل کو نظرانداز کر دیا گیا۔ اور

سب کے لئے ایک قانون

بنا دیا۔ اب یہ جو اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ اسلام نے شراب کو حرام قرار دیدیا ہے۔ مگر فلاں شخص شراب پیتا ہے۔ اس پر اس کا کوئی مضر اثر نہیں ہوتا۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ اس کا جواب یہی ہے۔ کہ ضروری نہیں شراب ہر ایک کے لئے مضر ہو دیکھنا یہ ہے۔ کہ اکثر پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے۔ اگر اکثر کے لئے مضر ثابت ہوتی ہے۔ تو اس کی

ممانعت کی بنیاد

کثرت پر رکھینگے۔ اور کثیر کو بچانے کے لئے بعض کو کہیں گے۔ کہ تم بھی اپنی آزادی قربان کر دو۔ تاکہ ساری قوم تباہ نہ ہو۔

تیسرا نکتہ

یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ تمدن کا قیام اسی مسئلہ پر ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ ان بعض الظن اثم۔ بعض ظن ایسے ہوتے ہیں۔ جو تعلقات کو خراب کر دیتے ہیں۔ فتنہ و فساد مچا دیتے ہیں۔ ان سے بچنا چاہیئے۔ یہ

تمدن کے قیام کا بہت بڑا گر

ہے۔ جو مسلمانوں میں سے مفقود ہو گیا ہے۔ وہ یقین کے مقابلہ میں شک کو ترجیح دیتے ہیں۔ حالانکہ اسلام کا حکم یہ ہے۔ کہ شکوک کے پیچھے نہ پڑو۔ اگر تم کسی ایک کے لئے شکوک کا دروازہ کھولو گے۔ تو پھر سب کیلئے کھل جائیگا۔ اور اس طرح تمدن تباہ ہو جائیگا۔ کوئی وجہ نہیں۔ کہ میں زید پر بدظنی کروں۔ اور وہ مجھ پر نہ کرے۔ اور پھر کوئی وجہ نہیں۔ کہ زید کے معاملہ میں بدظنی کروں۔ مگر دوسروں کے متعلق نہ کروں۔ سورۂ نور میں خدا تعالےٰ نے

برائی سے بچنے کے لئے

اور رنگ میں ارشاد فرماتا ہے۔ فرماتا ہے۔ لولا اذ سمعتموہ ظن المؤمنون والمؤمنٰت بانفسھم خیراً وقالوا ھٰذا افک مبین۔ جب تم نے فلاں بات سنی تھی۔ تو مومن مرد اور عورتوں نے اپنے متعلق کیوں نیک گمان نہ کیا۔ حالانکہ جنہوں نے وہ بات سنی تھی۔ اپنے متعلق نہ سنی تھی۔ بلکہ حضرت عائشہ رضؓ کے متعلق سنی تھی۔ مگر خدا تعالےٰ کہتا ہے۔ اپنے متعلق انہوں نے کیوں نہ نیک ظن کیا۔

اس پر وہ کہہ سکتے تھے۔ کہ ہم نے اپنے متعلق تو کوئی برا ظن نہیں کیا۔ ہم نے تو عائشہ رضؓ کے متعلق کیا۔ مگر اس طرح ان کو یہ بتایا گیا ہے۔ کہ کیا حضرت عائشہ رضؓ کے متعلق تم ایسا ظن کرو اور تمہارے متعلق نہ کیا جائے۔ جب تم اپنے میں سے ایک پر بدظنی کرتے ہو۔ تو سب کے لئے یہ رستہ کھولتے ہو۔ اور یہ رستہ کھل جائے تو پھر اتحاد کیونکر ہو سکتا ہے۔

پس یہ خیال کرنا۔ کہ فلاں کے متعلق یہ بات ہے ہمارا اس سے کیا نقصان ہے۔ غلط ہے۔ جب ایک کیلئے یہ رستہ کھول دیا گیا۔ تو پھر سب کے لئے کھلیگا۔ اور جب سب کیلئے کھلیگا۔ تو اس طرح قوم تباہ ہو جائیگی۔ وجہ یہ کہ انسان میں

نقالی کی عادت

پائی جاتی ہے۔ اور بڑے بڑے ماہر کہتے ہیں۔ ہرڈ انسٹنکٹ Herd Instinct انسان میں سب سے زیادہ پائی جاتی ہے۔ یہ اصطلاح بھیڑ کی عادت سے ہی نکلی ہے۔ جہاں سے بھیڑیں گذر رہی ہوں۔ وہاں اگر ان کے راستہ میں رسی باندھ دی جائے اور ایک بھیڑ اس پر سے کود کر گذر جائے۔ تو باقی سب بھیڑیں کود کر گذرینگی۔ اور اگر رسی ہٹالی جائے تو بھی اس جگہ سے گذرنے والی بھیڑیں وہاں آکر کودینگی۔ اس وجہ سے ہرڈ انسٹنکٹ کہا جاتا ہے۔ یہ بات انسانوں میں سب سے زیادہ پائی جاتی ہے۔ ایک رو چلتی ہے اس میں سب بہتے چلے جاتے ہیں۔ کیونکہ انسان میں

سب سے قوی جذبہ

یہی ہے۔ کہ وہ جو کچھ دیکھتا ہے۔ اس کے پیچھے چل پڑتا ہے۔ اس جذبہ کے ماتحت جب لوگ دیکھیں گے۔ کہ اس قسم کے اعتراض بھی کئے جاتے ہیں۔ تو اور لوگ بھی کریں گے۔ پھر دوسرے پر بھی اعتراض کئے جائیں گے۔ اور اس طرح اعتماد اور بھروسہ اٹھ جائیگا۔

دنیا کے تمام کاموں کی بنیاد

اعتماد پر ہی ہے۔ میں نے بڑے بڑے تاجروں کی کتابیں پڑھی ہیں وہ لکھتے ہیں۔ تجارت کی کامیابی کا سارا انحصار اعتماد پر ہوتا ہے ایک بہت بڑا تاجر لکھتا ہے جس دن میں سمجھونگا نوکر دیانتداری سے کام نہیں کرتے۔ اسی دن تجارت بند کر دونگا۔ کیونکہ تجارت اعتماد کے بغیر نہیں چل سکتی۔ اگر نوکروں پر میں اعتماد نہیں کرونگا۔ تو وہ بھی مجھ پر اعتماد نہ کریں گے۔ اور اس طرح تجارتی کاروبار تباہ ہونا شروع ہو جائیگا۔ اس لئے جب میں دیکھونگا کہ باہمی اعتماد نہیں رہا۔ تو تجارت بند کر دونگا۔ تاکہ جو کچھ پاس ہے۔ وہ تو تباہ ہونے سے بچ جائے۔

غرض تمام کام اعتماد پر چلتے ہیں۔ لوگ اپنے مقدمات میں وکیل کرتے ہیں۔ اگر وکیل پر اعتماد نہ ہو۔ بلکہ شک ہو۔ کہ وہ دوسرے فریق سے مل جائیگا۔ تو پھر کون وکیل سے فائدہ

مولوی محمد علی صاحب کی زور آزمائی

ایک تعلیم یافتہ نوجوان سے افسوسناک سلوک

مولوی محمد علی صاحب نے اپنے خطبہ جمعہ مندرجہ "پیغام صلح" ۸ مئی میں یہ دعوے کیا تھا۔

"میں تو اس کا قائل ہوں۔ اور اسی کے نقشِ قدم پر چلنے کے لئے تیار ہوں۔ جس پر مسجد میں یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اے عمر تم نے کرتہ کہاں سے بنوایا۔ تمہیں بیت المال سے ایک چادر ملی تھی۔ جو کرتے کے لئے ناکافی تھی۔ جب تک تم اس کے متعلق ہمارا اطمینان نہ کرو گے۔ ہم تمہاری بات نہیں مانیں گے"۔

اس پر ہم نے مولوی صاحب کی پارٹی کے ایک معزز رکن ملک محمد امین صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی کا ایک واقعہ پیش کر کے دریافت کیا تھا۔ کہ جب مولوی صاحب کو حضرت عمرؓ کے نقشِ قدم پر چلنے کا اس قدر دعوے ہے۔ تو کیوں انھوں نے ملک صاحب کو اسی مسجد میں جس میں یہ دعوے کیا گیا تھا۔ تقریر کرنے سے جبراً روکا۔ اور ایسے افسوسناک طریق سے روکا۔ کہ ملک صاحب کو لکھنا پڑا۔

"مجھ کو ایسے بزرگ نے روکنے کی کوشش کی۔ جو شرعیت اور آداب مجلس سے خوب واقف ہیں۔ اور جن سے ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی مثالیں آئے دن سنتے رہتے ہیں"۔

جناب مولوی صاحب ہمارے دریافت کرنے پر بھی مہر بلب ہی رہے۔ اور "پیغام" نے بھی خاموش ہی رہنا مناسب سمجھا۔ البتہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے توجہ کی۔ مگر وہ بھی ادھر اُدھر کی چند بے سروپا باتیں لکھ کر اور اپنے "مولانا" کی "وسیع القلبی" کے راگ گا کر چلتے بنے۔ راگ و رنگ سے انھیں فطرتی تعلق ہی سہی۔ لیکن کہنا پڑتا ہے۔ انھوں نے بہت بے سُرا راگ گایا۔ اور بیچارے کرتے بھی کیا۔ جبکہ صحیح اور اصل واقعہ کو چھپا لینا اُن کے بس کی بات ہی نہ تھی۔

ڈاکٹر صاحب نے اس واقعہ کے متعلق جو کچھ لکھا۔ وہ یہ ہے

"وہ (ملک محمد امین صاحب) ایک مذہبی مسئلہ کو زیر بحث لانا چاہتے تھے۔ جمعہ کے بعد مجلس منتظمہ کا اجلاس تھا۔ مولوی صاحب نے ملک صاحب کو یہی فرمایا۔ کہ یہ ایک لمبی بحث ہے۔ اور بارہا جماعت میں یہ مسئلہ زیر بحث آ چکا ہے۔ اس کے لئے کوئی اور وقت مقرر کیجئے۔ اس وقت مجھے فرصت نہیں۔ میں مجلس میں جارہا ہوں۔ اس کو ملک صاحب نے بُرا منایا۔ اور اس پر ایک رسالہ لکھ مارا۔ جس کے جواب میں بھی مولوی صاحب نے یہی فرمایا۔ کہ ملک صاحب کو غلط فہمی ہو گئی۔ میں نے روکا نہ تھا بلکہ اس مذہبی مسئلہ کو دوسرے کسی فرصت کے وقت زیر بحث لانے کو کہا تھا"۔

لاعلاج پھوڑے کو چیرہ

کس سادگی سے اس معاملہ کو نپٹا نے۔ اور کتنی معمولی بات ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن سوال یہ ہے۔ اگر اتنی ہی بات تھی۔ تو "پیغام" جس کے سامنے یہ واقعہ ہوا تھا۔ وہ کیوں اس وقت تک خاموشی اختیار کئے رہا۔ اور کیوں "جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم" کے سوائے حاضر الوقت لوگوں میں سے کوئی ایک بھی کچھ لکھنے کی جرأت نہ کر سکا۔ اس واقعہ کو بیان کرنے کے لئے "پیغام" کو کسی "اسسٹنٹ سرجن" کی خدمات حاصل کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ اور اگر ضرورت تھی بھی۔ تو پیغام بلڈنگس میں ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب اور ڈاکٹر محمد حسین صاحب موجود تھے۔ پھر "اسسٹنٹ سرجن جہلم" کے سوا کیوں ان میں سے کوئی اس پھوڑے کو چیرہ نہ دے سکا۔ اسی لئے کہ وہ اسے لاعلاج سمجھتے تھے۔ مگر ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کو مولوی محمد علی صاحب سے جو تعلق ہے۔ اس سے مجبور ہو کر انھوں نے اس میں ہاتھ ڈال دیا۔ ورنہ وہ بھی تیار نہ ہوتے ؎

"امیر ایدہ اللہ" کی قدر

ڈاکٹر صاحب کا بیان ہے۔ کہ ملک محمد امین صاحب "ایک مذہبی مسئلہ کو زیر بحث لانا چاہتے تھے"۔ مگر مولوی صاحب نے نہائت محبت اور پیار سے انھیں صرف یہ کہا۔ "کوئی اور وقت مقرر کیجئے۔ اس وقت مجھے فرصت نہیں۔ میں مجلس میں جارہا ہوں"۔ اتنی سی بات پر ملک صاحب نے بُرا منایا۔ اور "ایک رسالہ لکھ مارا"۔

ڈاکٹر صاحب نے تو یہ گھڑنت مولوی محمد علی صاحب کی "وسیع القلبی" ثابت کرنے کے لئے گھڑی ہے۔ لیکن اس سے ظاہر یہ ہوتا ہے۔ کہ ملک محمد امین صاحب ایسے تعلیم یافتہ اصحاب کے نزدیک اپنے "امیر ایدہ اللہ" کی قدر پھوٹی کوڑی جتنی بھی نہیں ہے۔ بھلا یہ بھی کوئی بات تھی۔ جس پر ملک صاحب نے اتنا بُرا منایا۔ کہ "ایک رسالہ لکھ مارا"۔ اور مذہبی مسئلہ جس کا نام لینے کی جرأت ڈاکٹر صاحب کو بھی نہیں ہوئی۔ غالباً کوئی ایسا مسئلہ نہ ہوگا۔ جس پر بحث کرنا اسی وقت ضروری تھا۔ اور جس کے لئے کوئی اور وقت مقرر ہی نہ کیا جا سکتا۔ پھر ملک صاحب نے اپنے امیر کے اس نہائت معمولی سے ارشاد کو کیوں منظور نہ کیا۔ اور کیوں انکے اس عذر کو قابلِ قبول نہ سمجھا۔ کہ "اس وقت مجھے فرصت نہیں"۔ اس کی وجہ سوائے اس کے اور کیا ہو سکتی ہے کہ "امیر ایدہ اللہ" کی کچھ بھی وقعت نہیں سمجھی جاتی ؎

ملک محمد امین صاحب کے اخلاق پر حملہ

پھر ڈاکٹر صاحب کے بیان کو درست تسلیم کرنے سے جہاں "لاہوریوں" میں مولوی محمد علی صاحب کی بے وقعتی کا پورا پورا ثبوت ملتا ہے۔ وہاں ملک محمد امین صاحب کے اخلاق پر بھی صاف حملہ نظر آتا ہے۔ گویا ڈاکٹر صاحب کے نزدیک ملک صاحب اتنے چھچھورے ہیں۔ کہ ایسے موقعہ پر بھی جبکہ "حضرت امیر ایدہ اللہ" خاص طور پر ان کے لئے اپنی "وسیع القلبی" کی نمائش کر رہے تھے اور ڈاکٹر بشارت احمد صاحب "آفرین ہے مولانا کی اس وسیع القلبی پر" کہکر ان کا دل بڑھا رہے تھے۔ انھوں نے "مولانا" کی نہایت محبت اور پیار کی باتوں پر بُرا منایا۔ اور وہ بھی معمولی طور پر نہیں بلکہ اظہار ناراضگی کے لئے ایک رسالہ لکھ مارا۔ اس پر بھی مولوی صاحب نے صرف "یہی فرمایا" "کہ صرف ملک صاحب کو غلط فہمی ہوگئی۔ میں نے روکا نہ تھا۔ بلکہ اس مذہبی مسئلہ کو دوسرے کسی فرصت کے وقت زیر بحث لانے کو کہا تھا"۔ ایک ایم۔ اے اور ایل۔ ایل۔ بی کے متعلق یہ کہنا کہ وہ روکنے اور دوسرے وقت زیر بحث لانے کے لئے کہنے میں فرق نہ کر سکا۔ اور اسے غلط فہمی ہوگئی۔ اس کی سمجھ اور عقل پر اتنا بڑا حملہ اور اس کی قابلیت اور علمیت کی اتنی بڑی ہتک ہے۔ کہ غیر تمند انسان اسے قطعاً برداشت نہیں کر سکتا۔ لیکن ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کو اس سے کیا غرض کہ ایک گریجوایٹ اور وکالت کی اعلےٰ ڈگری یافتہ کے علم و عقل پر حرف آئے۔ وہ اخلاق سے گرا ہوا ثابت ہو۔ انھیں تو اپنے "حضرت مولانا" کی "وسیع القلبی" کا ثبوت دینا ہے۔

ڈاکٹر صاحب تو اس بات کے لئے سارا زور لگا چکے۔ ملک محمد امین صاحب ایم۔ اے کے علم و اخلاق کو بھی نہایت بدنما شکل میں پیش کر چکے۔ اور اپنے خیال میں انھوں نے ملک محمد امین صاحب سے انکے "رسالہ لکھ مارنے" کا پورا بدلا لے لیا لیکن انصاف کا یہ تقاضا ہے۔ کہ اس معاملہ کے متعلق ملک صاحب کا بیان بھی سُن لیا جائے۔ اور دیکھ لیا جائے۔ انھوں نے رسالہ میں کیا لکھا۔ جسے ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے "لکھ مارا" کہا۔ اور ڈاکٹر صاحب کے بیان کی اس سے کہاں تک تصدیق ہوتی ہے ؎

ملک صاحب کا بیان

ملک صاحب اپنے رسالہ میں اپنے عزیزوں اور دوستوں کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں۔

"مجھے افسوس ہے۔ کہ پچھلے جمعہ میں آپ لوگوں تک وہ باتیں واضح طور پر نہ پہونچا سکا۔ جو میں آپ صاحبان کے لئے نہایت ہی ضروری سمجھتا تھا۔ کوشش کی گئی۔ کہ مجھ کو جسمانی زور سے تقریر کرنے سے روک دیا جائے"۔

جب کسی بات کے متعلق غلطی کا احتمال کم ہو۔ اور صحت کا زیادہ۔ تو اس کیلئے ظن کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ لیکن عربی میں ایسے موقعہ پر استعمال کرتے ہیں۔ جہاں غلطی کا احتمال زیادہ ہو۔ اور صحت کا کم۔ تو یاایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیراً من الظن کے یہ معنی ہونگے۔ کہ اے مومنو بہت سے شکوک سے بچا کرو۔ کئی باتیں ایسی ہوتی ہیں۔ جن کے بیس پہلو نیکی کے ہوتے ہیں۔ اور ایک پہلو برائی کا۔ اس برے پہلو کو چھوڑ دو۔ کیوں؟ اس لئے کہ ان بعض الظن اثم۔ بعض ظنون ایسے ہوتے ہیں۔ جو غلط ہوتے ہیں اس میں

کئی نکات

بیان کئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ ہو سکتا ہے۔ ظنون میں سے بعض سچے بھی ہیں۔ لیکن چونکہ شکی ہیں۔ اور ان میں غلطی کا احتمال ہو سکتا ہے۔ اس لئے ان سے بچو۔ کئی باتیں ایسی ہوتی ہیں جو اکسپیریمنٹل Experimental نہیں ہوتیں۔ دلائل سے معلوم ہوتی ہیں۔ اور ان میں غلطی کا شبہ ہوتا ہے۔ اور کئی ان میں سے غلط ہو جاتی ہے۔ بیسیوں مسئلے ایسے ہیں جنہیں دلائل سے ثابت کیا جاتا تھا۔ مگر اب لوگ ان کو غلط قرار دیکر چھوڑ رہے ہیں۔ تو فرمایا ان بعض الظن اثم شک و شبہ والی باتیں بعض دفعہ سچی بھی ہوتی ہیں۔ لیکن غلط بھی۔ اس لئے ان کو چھوڑ دینا چاہیئے؛

دوسرا نکتہ

یہ بیان کیا۔ جس سے شرعی مسائل کا حل ہوتا ہے۔ کہ ان بعض الظن اثم اللہ تعالےٰ نے یہ نہیں کہا۔ کہ سارے ظن غلط ہوتے ہیں۔ بلکہ یہ فرمایا کہ بعض ظن غلط ہوتے ہیں مگر فرماتا ہے۔ اجتنبوا کثیراً من الظن بہت سے ظنون سے بچو۔ کیوں اس لئے کہ ان میں سے بعض ایسے ہوتے ہیں۔ جو غلط ہوتے ہیں۔ یہ نہیں کہا کہ ظن سے بچو۔ کیونکہ ظن تو یقین والا بھی ہوتا ہے۔ اور گمان غالب والا بھی۔ اس لئے فرمایا۔

شک والے ظن سے بچو

ان میں صحیح ظن بھی ہو سکتا ہے۔ مگر اکثر چونکہ غلط ہوتے ہیں۔ اس لئے ان سے بچو۔ ہو سکتا ہے کہ ہم ایک چور کو چور سمجھ لیں۔ مگر یہ بھی تو ہو سکتا ہے۔ کہ ایک بے گناہ کو چور سمجھ لیں۔ پس وہ ظن جس کے معنے شک کے ہیں۔ اس کے متعلق قاعدہ یہی ہے۔ کہ ایسے ظن خراب زیادہ ہوتے ہیں۔ اس سے یہ نکتہ معلوم ہوا۔ کہ جس چیز سے منع کیا جائے۔ ضروری نہیں کہ اس کی وجہ سے

ہر فرد میں خرابی

پیدا ہو۔ بلکہ عام کو دیکھا جاتا ہے۔ اس کی موٹی مثال شراب کی ہے۔ اس پر بعض لوگ قبضہ پا لیتے ہیں۔ وہ اس میں اس قدر نہیں بڑھتے۔ کہ ان کی صحت۔ یا ان کے جذبات اور احساسات کو اس سے نقصان پہونچے۔ لیکن ایسے بھی ہوتے ہیں۔ اور کثرت سے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ جو اس سے نقصان اٹھاتے ہیں۔ اس لئے ان کی کثرت کو دیکھکر اسلام نے شراب کو قطعی طور پر حرام کر دیا۔ پس کئی مسائل ایسے ہیں۔ کہ بعض لوگ نکل سکتے ہیں۔ جو ان پر عمل کر کے گناہ میں مبتلا نہ ہوں۔ لیکن اکثر گناہ میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اس لئے ان کی کثرت کو مدنظر رکھکر قلیل کو نظر انداز کر دیا گیا۔ اور

سب کے لئے ایک قانون

بنا دیا۔ اب یہ جو اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ اسلام نے شراب کو حرام قرار دیدیا ہے۔ مگر فلاں شخص شراب پیتا ہے۔ اس پر اس کا کوئی مضر اثر نہیں ہوتا۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ اس کا جواب یہی ہے۔ کہ ضروری نہیں شراب ہر ایک کے لئے مضر ہو دیکھنا یہ ہے۔ کہ اکثر پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے۔ اگر اکثر کے لئے مضر ثابت ہوتی ہے۔ تو اس کی

ممانعت کی بنیاد

کثرت پر رکھینگے۔ اور کثیر کو بچانے کے لئے بعض کو کہیں گے۔ کہ تم بھی اپنی آزادی قربان کر دو۔ تاکہ ساری قوم تباہ نہ ہو۔

تیسرا نکتہ

یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ تمدن کا قیام اسی مسئلہ پر ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ ان بعض الظن اثم۔ بعض ظن ایسے ہوتے ہیں۔ جو تعلقات کو خراب کر دیتے ہیں۔ فتنہ و فساد مچا دیتے ہیں۔ ان سے بچنا چاہیئے۔ یہ

تمدن کے قیام کا بہت بڑا گر

ہے۔ جو مسلمانوں میں سے مفقود ہو گیا ہے۔ وہ یقین کے مقابلہ میں شک کو ترجیح دیتے ہیں۔ حالانکہ اسلام کا حکم یہ ہے۔ کہ شکوک کے پیچھے نہ پڑو۔ اگر تم کسی ایک کے لئے شکوک کا دروازہ کھولو گے۔ تو پھر سب کیلئے کھل جائیگا۔ اور اس طرح تمدن تباہ ہو جائیگا۔ کوئی وجہ نہیں۔ کہ میں زید پر بدظنی کروں۔ اور وہ مجھ پر نہ کرے۔ اور پھر کوئی وجہ نہیں۔ کہ زید کے معاملہ میں بدظنی کروں۔ مگر دوسروں کے متعلق نہ کروں۔ سورۂ نور میں خدا تعالےٰ نے

برائی سے بچنے کے لئے

اور رنگ میں ارشاد فرماتا ہے۔ فرماتا ہے لولا اذ سمعتموہ ظن المؤمنون والمؤمنٰت بانفسھم خیرا وقالوا ھٰذا افک مبین۔ جب تم نے فلاں بات سنی تھی۔ تو مومن مرد اور عورتوں نے اپنے متعلق کیوں نیک گمان نہ کیا۔ حالانکہ جنہوں نے وہ بات سنی تھی۔ اپنے متعلق نہ سنی تھی۔ بلکہ حضرت عائشہ رضؓ کے متعلق سنی تھی۔ مگر خدا تعالےٰ کہتا ہے۔ اپنے متعلق انہوں نے کیوں نہ نیک ظن کیا؛

اس پر وہ کہہ سکتے تھے۔ کہ ہم نے اپنے متعلق تو کوئی بدظن نہیں کیا۔ ہم نے تو عائشہ رضؓ کے متعلق کیا۔ مگر اس طرح ان کو یہ بتایا گیا ہے۔ کہ کیا حضرت عائشہ رضؓ کے متعلق تم ایسا ظن کرو اور تمہارے متعلق نہ کیا جائے۔ جب تم اپنے میں سے ایک پر بدظنی کرتے ہو۔ تو سب کے لئے یہ رستہ کھولتے ہو۔ اور یہ رستہ کھل جائے تو پھر اتحاد کیونکر ہو سکتا ہے۔

پس یہ خیال کرنا۔ کہ فلاں کے متعلق یہ بات ہے۔ ہمارا اس سے کیا نقصان ہے۔ غلط ہے۔ جب ایک کیلئے یہ راستہ کھول دیا گیا۔ تو پھر سب کے لئے کھلیگا۔ اور جب سب کیلئے کھلیگا۔ تو اس طرح قوم تباہ ہو جائیگی۔ وجہ یہ کہ انسان میں

نقالی کی عادت

پائی جاتی ہے۔ اور بڑے بڑے ماہر کہتے ہیں۔ ہرڈ انسٹنکٹ Heard Instinct انسان میں سب سے زیادہ پائی جاتی ہے۔ یہ اصطلاح بھیڑ کی عادت سے ہی نکلی ہے۔ جہاں سے بھیڑیں گذر رہی ہوں۔ وہاں اگر ان کے راستہ میں رسی باندھ دی جائے اور ایک بھیڑ اس پر سے کود کر گذرے۔ تو باقی سب بھیڑیں کود کر گذرینگی۔ اور اگر رسی ہٹالی جائے تو بھی اس جگہ سے گذرنے والی بھیڑیں وہاں آکر کودینگی۔ اس وجہ سے ہرڈ انسٹنکٹ کہا جاتا ہے۔ یہ بات انسانوں میں سب سے زیادہ پائی جاتی ہے۔ ایک رو جو چلتی ہے اس میں سب بہتے چلے جاتے ہیں۔ کیونکہ انسان میں

سب سے قوی جذبہ

یہی ہے۔ کہ وہ جو کچھ دیکھتا ہے۔ اس کے پیچھے چل پڑتا ہے۔ اس جذبہ کے ماتحت جب لوگ دیکھیں گے۔ کہ اس قسم کے اعتراض بھی کئے جاتے ہیں۔ تو اور لوگ بھی کریں گے۔ پھر دوسرے پر تیسرے پر اعتراض کئے جائیں گے۔ اور اس طرح اعتماد اور بھروسہ مٹ جائیگا۔

دنیا کے تمام کاموں کی بنیاد

اعتماد پر ہی ہے۔ میں نے بڑے بڑے تاجروں کی کتابیں پڑھی ہیں وہ لکھتے ہیں۔ تجارت کی کامیابی کا سارا انحصار اعتماد پر ہوتا ہے ایک بہت بڑا تاجر لکھتا ہے جس دن میں سمجھونگا نوکر دیانتداری سے کام نہیں کرتے۔ اسی دن تجارت بند کر دوں گا۔ کیونکہ تجارت اعتماد کے بغیر نہیں چل سکتی۔ اگر نوکروں پر میں اعتماد نہیں کروں گا۔ تو وہ بھی مجھ پر اعتماد نہ کریں گے۔ اور اس طرح تجارتی کاروبار تباہ ہونا شروع ہو جائیگا۔ اس لئے جب میں دیکھوں گا کہ باہمی اعتماد نہیں رہا۔ تو تجارت بند کر دوں گا۔ تاکہ جو کچھ پاس ہے۔ وہ تو تباہ ہونے سے بچ جائے؛

غرض تمام کام اعتماد پر چلتے ہیں۔ لوگ اپنے مقدمات میں وکیل کرتے ہیں۔ اگر وکیل پر اعتماد نہ ہو۔ بلکہ شک ہو۔ کہ وہ دوسرے فریق سے مل جائیگا۔ تو پھر کون وکیلوں سے فائدہ